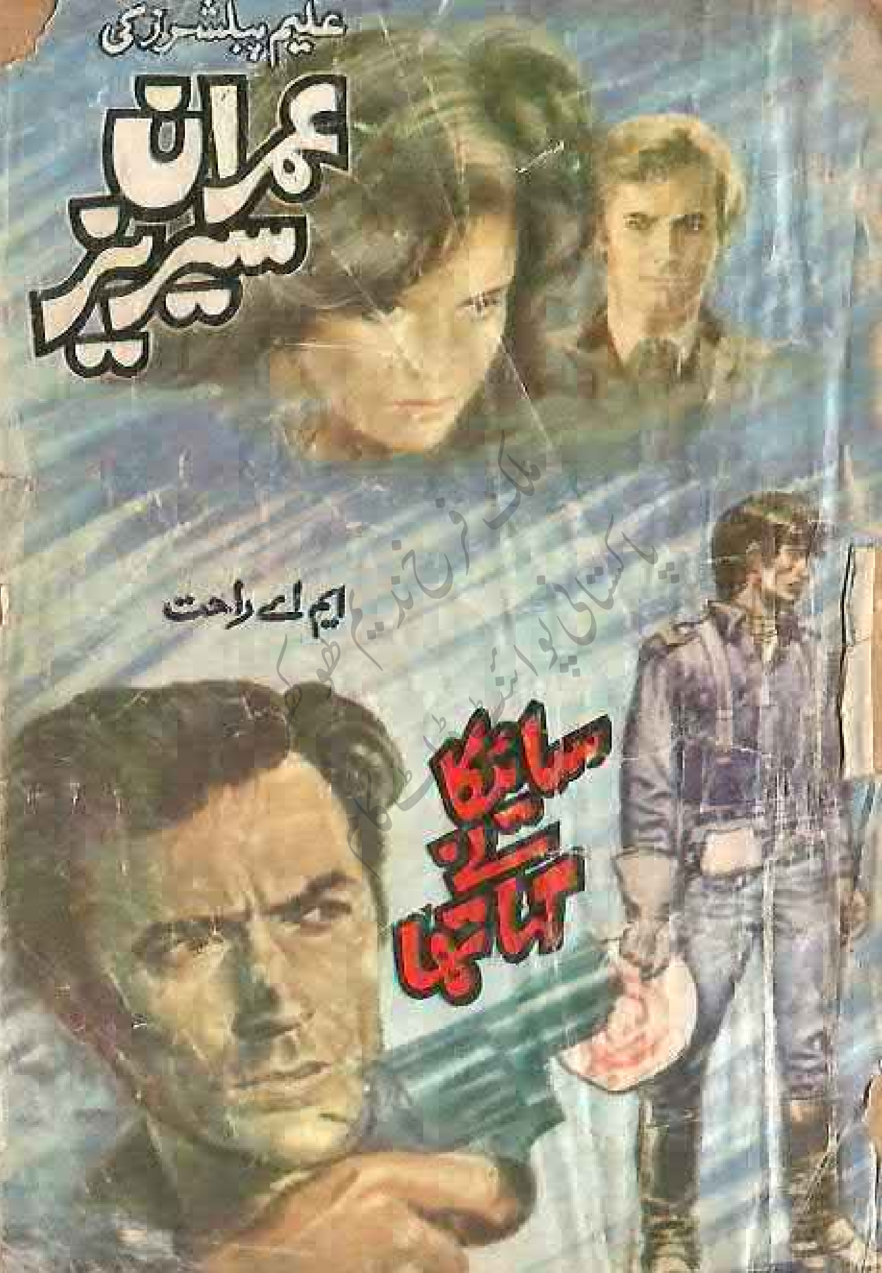

علیم پبلشرز کی
عمران سیریز
ایم اے راحت
سائے نے کہا تھا

عمران سیریز

سائیکا نے کہا تھا

ایم۔ اے۔ راحت

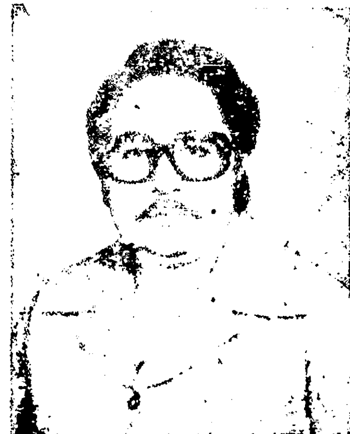
علیم پبلشرز۔ قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور ۲

ناشر عبدالعلیم قریشی

مطبع زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

تعداد ایک ہزار

قیمت ۷/۹۰ پیسے



اس بار بیکاری کچھ طویل ہی ہو گئی تھی۔ بہت دن سے کچھ ہوا ہی نہیں تھا اور عمران بور ہو رہا تھا۔ جب بوریت اس قدر طویل ہو جائے تو پھر حق بنتا ہے کہ دوسروں کو بھی بور کیا جائے، اور بور کرنے کے لیے کیپٹن فیاض سے زیادہ دلچسپ آدمی اور کون ہو سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے ایک پروگرام ترتیب دیا اس کے نوک پلک سنوارے اور اس پر عمل کرنے کو تیار ہو گیا۔ فیاض کی مصروفیات معلوم کیں اور مطمئن ہو گیا کہ فیاض بھی کسی خاص کام میں مصروف نہیں ہے۔ ایک پبلک کال بوتھ سے اس نے فیاض کو فون کیا۔ دوسری طرف سے فون ریسیو کر لیا گیا۔

"میں سپرنٹنڈنٹ فیاض سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ عمران کے حلق سے ایک بوڑھے آدمی کی کھلی آواز نکلی۔

"جی فرمائیے، فیاض بول رہا ہے۔

"اوہ! فیاض بیٹے۔ میں میجر جہانگیر ہوں۔ یاد ہوں یا بھول گئے۔

"میجر جہانگیر!" فیاض کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"بھول گئے ہو گے، بھول گئے ہو گے، مجھے احساس ہے کہ تم مصروف ترین آدمی ہو بھلا اپنی مصروفیات میں کسی بیکار سے شخص کے بارے میں یاد رکھنا کیسے ممکن ہے۔ ٹھیک ہے لیکن میں ہمیشہ یاد دلانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہماری پہلی ملاقات کبانہ میں ہوئی تھی، جہاں تم نے ایک خطرناک مجرم فرینکو کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا۔ اب مجھ سے کہو کہ فرینکو کو بھی بھول گئے۔"

"اوہ جناب! واقعی مصروفیات میں یادداشت بہت متاثر ہوتی ہے بہتر طور فرمایئے میں آپکی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"بیٹے! خدمت تو تم اپنے وطن کی کرتے ہی رہتے ہو اور میں بڑے فخر کیساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جب بھی کبھی تمہارا ذکر اہل خاندان میں ہوتا ہے۔ میں انہیں یہ بتاتا ہوں کہ تم میرے شناسا ہو اور یہ بتاتے ہوئے مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے بہرطور تم ہمیشہ قوم کی خدمت کرتے رہتے ہو۔ آج میں تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ! آپ شرمندہ فرما رہے ہیں میجر۔ فرمایئے کیا کام ہے، مجھ سے؟"

"بیٹے! میں تمہیں ایک ایسے ملک دشمن کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں، جو ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہا ہے اور آزاد پھر رہا ہے۔ ایک بہت ہی پراسرار کیس میری نگاہوں میں آیا ہے، اور بہت غور و خوض کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جس پر اس سلسلے

میں بھروسہ کیا جا سکے۔"

"آپ کا بے حد شکریہ! اگر آپ ایسی کوئی بات بتانا چاہتے ہیں تو میں آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند ہوں۔" سوپر فیاض نے کہا۔

"لیکن بیٹے اس کے لیے تمہیں تھوڑی سی زحمت کرنا ہوگی۔ میں عملی طور پر تمہیں وہ سارے ثبوت پیش کروں گا۔"

"فرمایئے فرمایئے۔" فیاض نے نرم لہجے میں ہے۔

"کوئی خاص مصروفیت تو نہیں ہے تمہیں ان دنوں؟"

"جی نہیں! اگر کوئی ایسی مصروفیت ہے تو میں اپنی تمام مصروفیات ترک کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"تو پھر تمہیں شاداب گڑھ پہنچنا ہوگا۔" عمران نے بدستور اسی آواز میں کہا۔

"شاداب گڑھ؟"

"ہاں۔ شاداب گڑھ کے ہوٹل کرئین میں۔ میں تم سے ملاقات کروں گا۔ اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ کیس تمہارے شایان شان ہوگا۔ اور تم اس کی تکمیل کرنے کے بعد فخر سے سر بلند کر سکو گے۔"

"لیکن مجھے شاداب گڑھ کب پہنچنا ہوگا اور آپ... آپ کہاں سے گفتگو کر رہے ہیں؟" فیاض نے قدرے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ائرپورٹ سے، اور اب سے آدھے گھنٹے کے بعد میں شاداب گڑھ

روانہ ہو رہا ہوں۔ اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں یہیں تم سے ملاقات کر کے تمہیں سب کچھ بتاتا لیکن وہ نکل جائے گا۔

"کون ہے؟"

"وہی جس کے بارے میں، میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ! کیا آپ کسی کا تعاقب کر رہے ہیں؟"

"ہاں۔ مجبور ہوں اس لیے چونکہ خود بھی فوج میں رہ چکا ہوں اور ملک دشمن برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے اُسے نظر انداز کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ہر چند کہ میں اب ریٹائرڈ لائف گذار رہا ہوں، لیکن ملٹری انٹیلیجنس میں نمایاں کارکردگی انجام دے چکا ہوں۔ اس لیے طبعیتاً ان معاملات سے غیر متعلق نہیں رہ سکتا۔ میرے پاس اب زیادہ وقت نہیں ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو شاداب گڑھ کے ہوٹل رونین تک پہنچ جاؤ۔ میں وہاں تم سے ملاقات کر لوں گا۔"

"لیکن میجر، کب تک پہنچوں۔!"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ یہ ساری ذمہ داری تمہارے سپرد کرنے کے بعد میں اپنے شانوں کے بوجھ کو ہلکا محسوس کروں گا۔"

"لیکن وہاں آپ کی شناخت؟"

"میں خود تم تک پہنچ جاؤں گا۔ مطمئن رہو۔ تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں اور شاید تم بھی مجھے دیکھنے کے بعد پہچان لو۔"

"بہتر ہے لیکن اگر تفصیل کچھ یہیں معلوم ہو جاتی تو میں اپنے اس سفر کو

کارہی حیثیت دے سکتا تھا۔"

"میں نے عرض کیا نا بیٹے کہ اگر میں تمہیں بتانے بیٹھ جاؤں تو میرا پلین نکل جائے گا۔ میں خود ہی ان معاملات میں زیادہ سے زیادہ کام کر کے بعد میں حکومت کو ان تفصیلات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے محسوس کر لیا ہے کہ میرے لیے تنہا ممکن نہیں تھا۔ اس کے لیے کوئی ذہین آدمی میرے ساتھ ضرور ہونا چاہیے۔ اور تم سے بہتر شخصیت مجھے نظر نہ آئی۔ میں تمہارے اُن کارناموں کو بھول نہیں سکتا جو اخبارات کی زینت بنے رہے ہیں۔"

"اوہ۔ شکریہ۔ بہر طور میں شاداب گڑھ پہنچ رہا ہوں۔ آپ سے ملاقات ہوگی۔"

"بہت بہت شکریہ۔" عمران نے کہا اور فون بند کر دیا۔ وہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ چند لمحات کچھ سوچتا رہا۔ پھر اسی بوتھ سے اس نے جولیا کو رنگ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جولیا سے بھی رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہیلو جولیا۔ کیسی ہو؟"

"اوہ جناب۔ بالکل ٹھیک ہوں، بے کاری کے دن گذار رہی ہوں۔ بہت عرصے کے بعد آپکی آواز سُننے کو ملی۔"

"ہاں۔ یہاں بیکاری ہی طاری تھی، لیکن فکر نہ کرو۔ میں نے تمہارے لیے مصروفیت تلاش کر لی ہے!"

"جی جی فرمائیے۔"

"صفدر کو لے کر شاداب گڑھ پہنچ جاؤ۔ وہاں کوئین ہوٹل میں قیام کرو۔ باقی تفصیلات وہیں پر طے ہو جائیں گی۔"

"جی بہت بہتر۔ کب تک روانہ ہونا ہے۔"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔"

"بہت بہتر، میں کوشش کروں گی کہ جلد از جلد ہمیں شاداب گڑھ کیلئے فلائٹ مل جائے۔"

"اوکے! صفدر کو میرا پیغام دے دینا۔ میں باقی معاملات وہیں تم سے طے کروں گا۔"

"جی بہت بہتر" جولیا نے جواب دیا، اور عمران نے فون بند کر دیا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ جب تفریح کی ہی ٹھہری تو پھر بہتر ہی تفریح ہونی چاہیئے۔

ٹیلی فون بوتھ سے نکل کر وہ اپنی کار میں بیٹھا اور فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ فلیٹ پہنچ کر اس نے سب سے پہلے شاداب گڑھ کی فلائٹ کے بارے میں معلوم کیا۔ ایک فلائیٹ آج شام کو روانہ ہو رہی تھی۔ دوسری دوسرے دن صبح گیارہ بجے تھی اور تیسری اسی شام سات بجے۔ عمران ان لوگوں کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کیپٹن فیاض، جولی اور صفدر وغیرہ فوری روانگی کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اس نے دوسرے دن شام کی فلائیٹ

سے اپنے لیے ایک سیٹ بک کرالی۔

رات کو اس نے صفدر اور جولیا کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ روانہ ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے کیپٹن فیاض کی کوٹھی پر رنگ کیا، اس کی بیوی سے رابطہ قائم ہو گیا۔

اس نے پوچھا۔

"سپر کہاں ہیں بھابی۔"

"کسی ضروری کام سے شہر سے باہر گئے ہیں آج ہی۔ آپ کا کیا حال ہے عمران صاحب۔ اب تو مہینے سالوں میں بدلنے لگے ہیں۔ ملاقات ہی نہیں ہوتی ہے۔"

عمران بولا۔

"کیا بتاؤں بھابی۔ سپر نے پابندی لگا دی ہے میرے اوپر آپ کو تو اس کا علم ہو گا ہی۔"

"کیسی پابندی۔؟"

"بس ذرا غلط طبیعت کا آدمی ہے، میرے اور آپ کے تعلقات پر شک کرتا ہے۔"

"کیا۔؟"

فیاض کی بیوی متحیرانہ انداز میں بولی۔

"ہاں۔ بھابی بدقسمتی ہے ہماری۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔"

عمران بھرائی آواز میں بولا۔

"آپ حسب معمول شرارت کر رہے ہیں عمران صاحب!

"خدا کرے آپ اپنے ذہن میں یہی سوچتی رہیں۔ ورنہ ہمارے اور آپکے مقدس تعلقات کو یہ رنگ ملنا بڑا ہی تکلیف دہ ہے۔ میرے لیے تو!"

"کیا واقعی آپ سنجیدہ ہیں؟"

فیاض کی بیوی نے کہا۔

"میں نے کہا نا بھابی۔ سنجیدہ نہیں ہونا چاہتا۔ آپکی شکایت پر دل بھر آیا تو میں نے یہ تمام باتیں کہہ دیں۔

"میں نہیں مانتی، میں نہیں مانتی۔

"میں نے عرض کیا نا، شوہر پر اتنا اعتماد ہونا ہی چاہیئے۔ لیکن بس، اچھا خدا حافظ، اگر اُسے پتہ چل گیا کہ میں نے اتنی دیر تک آپ سے گفتگو کی ہے تو پھر میری جان کھانے لگے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگوں کی زندگی خراب ہو۔"

"اگر آپ سنجیدہ ہیں، تو میں دیکھ لوں گی فیاض کو۔ کیا سمجھتے ہیں دوسروں کو، خود جو حرکتیں کرتے رہتے ہیں، اُن سے یقیناً اُن کے دل میں یہ تمام احساسات پیدا ہو چکے ہوں گے۔ لیکن میں سنبھال کر رکھ دوں گی، احمق آدمی کبھی عقل کی کوئی بات ہی نہیں کی اس شخص نے۔"

فیاض کی بیوی نے کہا۔

"ہاں بھابی! اس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ میری بھی دلی خواہش ہے کہ آپ اس مسئلے میں کم از کم اُسے ضرور سرزنش کریں۔ اچھا خدا حافظ!"

عمران نے فون بند کر دیا۔

پھر دوسری شام کی فلائیٹ سے وہ شاداب گڑھ چل پڑا تھا۔

کار کی چھت پر دھم سے کوئی چیز گری اور ڈرائیور کے ہاتھ بے اختیار اسٹیرنگ پر بہک گئے۔ کار ریوں کی چرچراہٹ کے ساتھ سڑک سے نیچے اتر کر رک گئی اور پیچھے بیٹھا ہوا شخص بری طرح اچھل پڑا۔ اس کے ہونٹوں میں دبا ہوا پائپ منہ سے نکل کر پیروں پر آگرا۔

اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔ جلتی ہوئی راکھ سے اس کے پیر جھلس گئے تھے۔ وہ جلدی جلدی اپنے پیروں سے وہ جوتے جھاڑنے لگا جو کھلے ہوئے تھے۔

جوتے وغیرہ جھاڑ کر اس نے غصیلی نظروں سے ڈرائیور کو دیکھا۔ جو ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا تھا۔

"کیا ہو گیا۔" پیچھے بیٹھا ہوا آدمی حلق کے بل دھاڑا اور ڈرائیور بری طرح اچھل پڑا۔

"جج — جج جناب۔" اس کے منہ سے گھبرائی ہوئی آواز نکلی۔

"میں پوچھتا ہوں کیا ہوا؟" پیچھے بیٹھے شخص نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا بارعب آدمی معلوم ہوتا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی اور مونچھیں اوپر کو چڑھی ہوئی تھیں۔ بہر صورت دیکھنے میں وہ خاصا شاندار نظر آتا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ قیمتی سوٹ تھا اور ہاتھوں کی کچھ انگلیوں میں بیش قیمت پتھروں سے جڑی ہوئی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔

"چھت پر۔ چھت پر جناب!"

"یو باسٹرڈ۔" ادھیڑ عمر شدید جھلاہٹ میں چیخا۔

"جج جی۔" ڈرائیور بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔

"میں پوچھتا ہوں ہوا کیا تھا اور تم ادھر ادھر کی لگا رہے ہو۔"

"جج جناب۔ چھت پر کوئی چیز بہت زور سے گری تھی۔" ڈرائیور نے کہا۔ اور اس شخص کو پہلی بار احساس ہوا کہ واقعی کوئی چیز گاڑی کی چھت پر گری تھی۔

کار اس وقت شہر کی بارونق سڑک سے گزر رہی تھی۔ لیکن چونکہ اس وقت رات کے تقریباً دو بجے تھے۔ اس لیے سڑک بالکل سنسان تھی۔ دونوں طرف سڑک کے بلند و بالا بلڈنگیں موجود تھیں۔ اس لیے کسی چیز کا گرنا حقیقت تھی۔ ضرور کسی عمارت سے کچھ گرا تھا۔ ادھیڑ عمر آدمی چند ساعت کچھ سوچتا رہا۔ پھر چیخ کر بولا۔

باہر نکلو اور دیکھو چھت پر کیا گرا ہے؟ ڈرائیور نے جلدی سے کار کا دروازہ کھولا۔ اور نیچے اتر گیا۔ کار کی پشت پر پہنچ کر وہ اوپر

دیکھنے لگا۔

لیکن چھت پر کچھ نہ تھا۔ ڈرائیور حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اُسے وہم تو نہیں ہوا تھا۔ کوئی چیز چھت پر گری ضرور تھی۔ لیکن وہ کہاں گئی۔ ڈرائیور نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ لیکن وہاں دور دور تک کسی چیز کا نشان نہیں تھا۔ اُس نے ایک گہری سانس لی اور دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"کیا تھا۔" ادھیڑ عمر آدمی نے پوچھا۔

"کچھ نہیں صاحب، مجھے شاید غلط فہمی ہوئی تھی۔" ڈرائیور نے کہا۔

"اور تمہاری غلط فہمی نے میرے پیروں کی جلد پر آبلے ڈال دیئے۔ کیوں؟" ادھیڑ عمر آدمی نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں صاحب، ویسے کچھ ضرور تھا۔ ممکن ہے کوئی چھوٹا سا جانور بلڈنگ سے گرا ہو اس لیے اتنا دھماکہ معلوم ہوا، اور پھر وہ جانور اُتر کر بھاگ گیا ہو۔"

"اچھا چلو۔ آگے بڑھو۔"

"یس سر۔" ڈرائیور نے ادب سے جواب دیا۔ اور کار پھر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک شاندار کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ چوکیدار نے گیٹ کھولا اور کار پورٹیکو میں رُک گئی۔

ادھیڑ عمر آدمی نے وہی دروازہ کھولا۔ اور اُتر کر اندر کی طرف بڑھ گیا، پھر وہ ایک دروازے سے گزرتے ہوئے بالکل آہستہ چلنے لگا تاکہ

اُس کے قدموں کی چاپ نہ ہو۔ لیکن دروازے کے آخری سرے کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ایک دروازہ کھُل گیا اور ادھیڑ عمر نے ایک گہری سانس لی۔

"دبے قدموں گذر رہے تھے ڈیڈی۔" ایک نسوانی آواز نے کہا، اور پھر ایک خوبصورت لڑکی شبِ خوابی کے لبادے میں کمرے سے باہر آگئی۔ اُس نے اُدھیڑ عمر آدمی کے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں۔

"میں جانتا تھا میرا بیٹا انتظار کر رہا ہو گا۔" اُس شخص نے محبت سے کہا۔

"تب ہی آپ چپ چاپ گذر رہے تھے۔" لڑکی شکایتی لہجے میں بولی۔

"نہیں! میں نے سوچا، شاید میرا بیٹا سو گیا ہو۔" اُس شخص نے بڑے پیار سے کہا اور لڑکی ہنس پڑی۔

"ڈیڈی آپ اتنے مصروف نہ رہا کریں۔ دیکھیں نا آپ کی صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔"

"اچھا بھئی کوشش کریں گے کہ مصروفیت ہم سے دور بھاگے۔ چلو اب تم آرام کرو۔" اُدھیڑ عمر نے لڑکی کا گال تھپتھپایا اور لڑکی گڈ نائٹ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

لڑکی کے کمرے کی لائٹ آف ہو گئی تو وہ آگے بڑھ گیا۔ اور پھر لڑکی کے کمرے کے بعد دو کمرے چھوڑ کر وہ تیسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اپنے بیڈ روم میں داخل ہو کر اُس نے سب سے پہلے کچھ کاغذات اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے نکالے اور انہیں ایک ٹیبل پر رکھ دیا۔ سارا لباس اتارنے کے بعد وہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے سلیپنگ

ڈریس پہنا، اور باہر آگیا۔

ڈھائی بج چکے تھے۔ لیکن اُسے شاید نیند نہیں آرہی تھی۔ اُس نے پائپ میں تمباکو بھرا، اور اُسے سلگا کر ایک آرام کرسی پہ دراز ہوگیا۔ پائپ کا گہرا دھواں کمرے کی فضا کو مکدّر کر رہا تھا۔

(۲)

اُس کے جسم پر سیاہ چمڑے کی جیکٹ اور سیاہ رنگ کی چست پتلون تھی، آنکھوں پر بڑے بڑے شیشوں والی عینک تھی، جس نے اُس کے آدھے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا، عینک کے نیچے اُسکا سفید سُرخ چہرہ نظر آرہا تھا۔ وہ نوجوان آدمی تھا، سڈول جسم کا مالک تھا قد تقریباً چھ فٹ تھا۔

وہ اپنے انداز سے بیحد پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت وہ ایک چار منزلہ عمارت کی دوسری منزل پر ایک بالکنی میں کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ یہ ایک خوبصورت کمرے کی بالکنی تھی، کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا۔ ایک خوبصورت بیڈ پہ ایک نوجوان لڑکی پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ اُس کے چہرے پہ تفکر کے آثار تھے۔

نوجوان سگریٹ کے کش لیتا رہا اور جب سگریٹ ختم ہوگیا۔ تو پلٹ کر لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

'مارتھا' اُس نے آواز دی اور لڑکی گردن اٹھا کر اُس کی طرف دیکھنے

لگی۔ نوجوان اُس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اُس نے دوبارہ
دوبارہ آواز دی۔

"مارتھا! لڑکی نے تب بھی جواب نہ دیا۔ نوجوان بالکنی سے ملحق
بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ لڑکی سامنے ہی بیٹھی تھی۔

پھر نوجوان نے کہا۔

"تم اپنا موڈ درست نہیں کرو گی" وہ اُس کی ٹھوڑی اُونچی کر کے بولا۔
لڑکی اب بھی خاموش رہی تھی۔ نوجوان بُری طرح جھلا گیا تھا۔ لڑکی نے اُسے
دیکھا، پھر بولی۔

"میں کہتی ہوں تم اس طرح کے کام کیوں کرتے ہو، تمہاری زندگی ہر
وقت خطرات سے گھری رہتی ہے۔ میں یہ پسند نہیں کرتی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم ایک
باعزت زندگی گذارو"

نوجوان نے رُخ دوسری طرف کر لیا اور بولا۔ "مارتھا تم میری محبوبہ
ہو، میں تم سے محبت کرتا ہوں، آج تک میں نے تمہیں اپنے بارے
میں کچھ نہیں بتایا۔ لیکن ڈارلنگ جس دن تم میرے بارے میں سب کچھ جان
گئیں۔ وہ دن ہماری اور تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔

"لیکن آخری کیوں؟ لڑکی بولی۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

نوجوان نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔ تم مجھے احمق بناتے بناتے رہو گے

کیا یہی ہے تمہاری محبت کہ مجھے تمہارے بارے میں کچھ بھی معلوم
نہیں ہے"

"تمہیں میرے بارے میں جو کچھ معلوم ہے، وہ بھی اتنا ہے، جتنا
کسی کو معلوم نہیں ہے۔ مارتھا تم اچھی طرح جانتی ہو۔ میں ایک مجرم
ہوں، غیر قانونی کام کرتا ہوں، ایک ملک کے راز اُڑا کر دوسرے ملک کو فروخت
کرتا ہوں اور اپنے کاموں کا ماہر بھی ہوں"

"ہاں اتنا تو معلوم ہے۔ اس کے علاوہ بتاؤ" لڑکی نے تنک مزاجی
سے کہا۔

"اس سے زیادہ معلوم کرنا تمہارے حق میں درست نہ ہوگا" نوجوان نے
اسی سنجیدہ لہجے میں کہا، لیکن لڑکی نے اُس کی سنجیدگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا
وہ چڑچڑے انداز میں بولی۔

"ہاں ہاں، میرے حق میں اچھا نہیں ہوگا، تم فراڈ ہو، ٹیلی فراڈ
تم آج تک مجھے دھوکہ دیتے رہے ہو، جواب دو مجھے، آج یہ فیصلہ کر لو،
یا تو مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو، یا پھر ہمیشہ کے لیے مجھ سے
تعلقات ختم کر دو"

"تم جلد بازی کر رہی ہو مارتھا۔"

"میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں"

"لیکن میرا دعویٰ ہے کہ میری حقیقت معلوم کرنے کے بعد تمہارا سکون
قائم نہ رہ سکے گا۔ اور۔۔۔ اور۔

"میں روز روز کی پریشانی سے ایکدن پریشان ہو لوں گی۔

"ٹھیک ہے تم جاننا چاہتی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" نوجوان نے کہا، پھر اس نے اپنا چشمہ اتار دیا، اور گردن کے پاس کچھ تلاش کرنے لگا۔ پھر اس نے ایک باریک ماسک اتارا، اور اس کی اصل شکل سامنے آگئی۔

وہ ایک خوفناک حد تک بدصورت انسان تھا۔ داہنی طرف کا گال اس طرح سکڑا ہوا تھا، جیسے کسی چیز سے پگھل کر سکڑ گیا ہو، البتہ بائیں طرف سے اس کا چہرہ بے حد خوبصورت تھا۔ ایک آنکھ کی جگہ تھا اور دوسری آنکھ حیرت انگیز تھی۔

اس آنکھ کا ڈھیلا چمکدار تھا، اور اس میں کئی رنگ چمکتے محسوس ہوتے تھے۔ اس ڈھیلے کی پتلی بھی موجود نہیں تھی۔ اس شکل میں وہ بے حد بھیانک محسوس ہو رہا تھا۔ دیر تک وہ رخ پھیر سے کھڑا رہا۔ پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔

"سنو مارتھا، تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔ میں ساری تمہیں بے وقوف بنا سکتا تھا۔ لیکن میں درحقیقت تم سے محبت کرتا ہوں — اس لیئے تمہارے شک کو ختم کرنا چاہتا ہوں، لو میری اصلیت دیکھو۔

نوجوان تیزی سے لڑکی کی طرف مڑا — لڑکی نے اس کی شکل دیکھی اور پھر اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی، لیکن نوجوان نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا منہ بھینچ لیا۔ مولڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"خاموش رہو! یہ مناسب نہ ہوگا۔ نوجوان نے کہا۔ لڑکی کے بدن سے پسینہ پھوٹ رہا تھا۔

"میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ میری اصلیت معلوم نہ کرو۔ لیکن تم مصر تھیں لو دیکھ لو مجھے اچھی طرح دیکھ لو — میں انتھونی ایڈورڈ ہوں — وہ انتھونی ایڈورڈ جس کے بارے میں دنیا بھر کے اخبارات لکھ چکے ہیں اور دنیا کے بہت سے ملکوں نے جس کی زندگی کی زبردست قیمت لگائی ہے۔"

مارتھا کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ اس کا ذہن مفلوج ہو چکا تھا۔ وہ انتھونی ایڈورڈ کو اچھی طرح جانتی تھی۔ "بین الاقوامی مجرم" جو مختلف ملکوں کو دستیاب تھا۔ لیکن وہ خود اس کا محبوب ہوگا، اس کا اسے گمان بھی نہیں تھا۔

"مجھے یقین ہے مارتھا، تم میرے بارے میں جاننا چاہتی ہو گی۔ میں برطانوی باشندہ ہوں، برطانیہ کی معزز فیملی سے تعلق رکھتا ہوں۔ بچپن ہی سے میرا شغف سائنس کی طرف تھا، لیکن ایک بری عادت مجھ میں موجود تھی۔ میں لڑکیوں کا دیوانہ تھا، اور ہر طرح کی خوب صورت لڑکی کو کھلونا سمجھتا تھا۔

یہاں تک کہ ایک خوب صورت لڑکی سائیکا میری زندگی میں آئی۔ وہ ایک غریب، لیکن بے حد خوب صورت لڑکی تھی۔ میں نے اسے بھی اپنی ہوس کا نشانہ بنا لیا۔ اور وہ پہلی لڑکی تھی جس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس سے شادی کر لوں۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ تب اس نے مجھے

بد دعا دی، اور خودکشی کر لی۔

سائیکا کی خودکشی کے بعد میں بہت بے چین رہنے لگا۔ کافی دنوں تک میرا ذہن شدید پریشان رہا۔ بمشکل تمام میں نے خود کو سنبھالا اسی دوران ایک سائنسی فارمولا میرے ہاتھ لگا، اور میں نے اس پہ کام شروع کر دیا۔ اس فارمولے کے تحت میں دنیا کا امیر ترین آدمی بن سکتا تھا۔

لیکن ایک عجیب بات تھی۔ اب مجھے ہر وقت سائیکا یاد آتی تھی، ہر وقت سائیکا کا خوف میرے ذہن پہ مسلط رہتا تھا۔

اور اس دن میں اپنی لیبارٹری میں اس فارمولے پہ کام کر رہا تھا۔ ایک بڑے جار میں ایک خوفناک سیال گھول رہا تھا۔ اچانک مجھے اپنی پشت پر کسی کا سایہ محسوس ہوا۔

میں چونک کر پلٹا۔ وہاں سائیکا کھڑی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی، اور میں پیچھے ہٹنے لگا۔ سائیکا کی روح نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

"تمہاری زندگی ایک نیا رُخ بدلے گی انتقول اور —— اور تم سکون سے نہ رہ سکو گے۔ —— یہ میری بددعا ہے۔ تم کسی لڑکی کو اپنے حسن کے جال میں نہ پھانس سکو گے!"

میں اس کی آواز سن کر پیچھے ہٹتا رہا، یہاں تک کہ میں اسی

سیال کے جار سے ٹکرا گیا —— اور —— سیال میرے اوپر آ پڑا —— ، سیال کے چند قطرے میری آنکھوں میں آ پڑے —— آہ مار تھا —— ! وہ دنیا کی سب سے زیادہ خطرناک اذیت تھی۔ میری دونوں آنکھوں سے دھواں نکل رہا تھا اور اور بینائی پانی بن کر بہہ رہی تھی۔

میں اندھا ہو گیا، بالکل اندھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بچ کیسے گیا، پھر میں بے ہوش ہو گیا، بالکل بے ہوش دنیا ومافیہا سے بے خبر میرے عزیزوں نے مجھے میری لیبارٹری سے نکالا، مجھے ہسپتال لیجایا گیا میرے زخم ٹھیک ہو گئے، لیکن آنکھیں نہ ٹھیک ہو سکیں۔ بالآخر مجھے ایک سائنسی ادارے کے سپرد کر دیا گیا۔ وہاں چند سائنسدانوں نے میری آنکھوں پہ ایک خطرناک تجربہ کیا۔ میں نے خود کو اس تجربے کے لیے پیش کیا تھا۔

سائنسدانوں نے میری آنکھوں کے گڑھوں میں الیکٹرون داخل کر دیئے اور مجھے چھ دن تک ایک مشین میں رکھا گیا۔ لیکن جو تجربہ وہ کر رہے تھے، وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کی بجائے ایک اور شکل برآمد ہوئی۔

میری ایک آنکھ اسی طرح رہی، اور دوسری آنکھ میں الیکٹرون جذب ہو گئے اور جب مجھے ہوش آیا تو میری ایک آنکھ کام کر رہی تھی، اور جب میں نے اس آنکھ سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے دونوں

سائنس دانوں کو دیکھا تو ان کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ اُن کے سروں میں سوراخ ہو گئے تھے، اور یہ میری آنکھ سے نکلنے والی شعاع کا کرشمہ تھا۔ میری آنکھ میں الیکٹرونک جذب ہو گئے تھے اور اس میں زبردست قوت پیدا ہو گئی تھی۔

اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا، لیکن مجھے سائنس دانوں کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا، مجھ پر مقدمہ چلایا گیا، اور مجھے ان دو سائنسدانوں کے قتل کے جرم میں بیس سال قید سخت کا حکم سنایا گیا اور اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا گیا کہ آپریشن کر کے میری برقی آنکھ نکال دی جائے۔

میں نے اپیل کی ——— میں نے کہا کہ میں ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں، لیکن میری آنکھ یونہی رہنے دی جائے۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی اور مجھے جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ ٹھیک پندرہ دن کے بعد میری آنکھ کا آپریشن ہونا تھا، میں اپنی دنیا دوبارہ اندھیری محسوس کر رہا تھا، کہ جیل میں میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی۔ وہ ایک خطرناک مجرم تھا، جس نے ایک ملک کا راز چرا کر دوسرے ملک کو فروخت کرنے کی کوشش کی تھی اور اس جرم میں پکڑا گیا تھا۔ اُس نے مجھے ترغیب دی کہ میں جیل سے نکل بھاگوں۔

میں مجرم نہیں تھا، لیکن اُس نے مجھے ترغیب دی اور کہا کہ

یہ دھندا بُرا نہیں ہے۔ اگر صرف سزا کی بات ہوتی تو شاید میں ٹال جاتا۔ لیکن آنکھ کا مسئلہ تھا اور میں دوبارہ اندھا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھی کی بات مان لی۔

اور اُس رات پہلی بار میں نے اپنی برقی آنکھ کو استعمال کیا، الیکٹرونک شعاع سے جیل کا تالا بآسانی ٹوٹ گیا تھا۔ پھر میں نے ان شعاعوں کی مدد سے تین سپاہیوں کو قتل کیا — لیکن میرا ساتھی ایک گارڈ کی گولی سے مارا گیا، اور میں نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

ذریعۂ معاش کچھ نہیں تھا۔ میں کئی کئی دن فاقے سے رہا، اور پھر ایک دن شدید فاقے (بھوک) کے عالم میں ——— میں نے ایک آدمی کو قتل کر کے اُس کی جیب سے رقم نکال لی۔ اُس رات میں نے خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا، اور رات اور رات بھر شراب پی۔

حتیٰ کہ میرے جرائم بڑھتے گئے گئے، اب قتل میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ میں نے اپنے استاد کے کہنے پر عمل شروع کر دیا تھا ——— یعنی میں ملکوں کے راز چرا کر فروخت کرتا تھا، اور اس کام میں میں نے مہارت حاصل کر لی تھی، لیکن محبت سے میں محروم رہا۔

چہرے کی بدصورتی چھپانے کے لیے میں نے پلاسٹک ماسک

کا استعمال شروع کر دیا تھا — اور، مار تھا تم پہلی لڑکی تھیں جو اس پلاسٹک ماسک کے استعمال کے بعد میری جانب بڑھیں — تمہیں علم ہے کہ میں نے تمہارے جسم کے حصول کی کوشش نہیں کی تھی، اس وقت تک جب تک تم نے خود مجھے اس طرف متوجہ نہیں کیا۔ اور اب میں تمہارا فیصلہ سُننے کا منتظر ہوں — وہ خاموش ہو گیا۔

چوبیس گھنٹے گذر گئے تھے۔ لیکن کسی میجر جہانگیر نے فیاض سے رابطہ قائم کرنیکی کوشش نہیں کی تھی۔ اب فیاض کو سخت افسوس ہو رہا تھا۔ صرف ایک فون پر وہ یہاں دوڑا آیا تھا۔ اگر پرائیویٹ طور پر آیا ہوتا تو شاید اب تک کی شادابی سے لطف اندوز ہو کر ہی خود کو بہلا لیتا لیکن پورے پولیس اس کے میں گذارے تھے اور ہوٹل سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ نہ جانے کب میجر جہانگیر اس سے رابطہ قائم کرنیکی کوشش کرے۔

لیکن کسی میجر جہانگیر نے خبر نہیں لی تھی اور اب وہ بُری طرح بور ہو رہا تھا سرکاری روزنامچے میں اس نے خود کو ڈیوٹی پر دکھایا تھا۔ ویسے تو کوئی بات نہیں تھی لیکن اگر رحمان صاحب کو اس کی کوئی ضرورت پیش آگئی تو وہ یہاں آنے کا کیا جواز پیش کریگا۔ اس وقت یہی سوچ رہا تھا۔ میجر جہانگیر کون تھا اور کس نے بیوقوف بنانیکی کوشش کی ہے اور کیوں؟ اسکی وجہ؟

لیکن ابھی تک کوئی وجہ بھی دریافت نہیں ہوئی تھی، پھر اسے ایک خیال آیا اور وہ چونک پڑا۔ اب تک اس نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا اور ہمیشہ دیر سے بات ذہن میں آتی ہے۔ خواہ مخواہ اتنا وقت اضطراب میں گذارا۔ دوسرے لمحے وہ کمرے سے باہر نکل آیا کمرے کو تالا لگایا اور نیچے چل پڑا

چند لمحات کے بعد اس نے منیجر کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔ اُدھر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ اس نے دوبارہ دستک دی تو ایک بگڑی سی آواز سنائی دی۔

"کیوں مرے جا رہے ہو۔ بھاگ جاؤ۔ میں مصروف ہوں۔"

فیاض کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اُس نے تیسری بار دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ اندر سے ایک گالی سنائی دی تھی اور پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اس کے بعد ایک سفید قامت شخص نے دروازہ کھول دیا۔ اُس کی شکل گندی ہوئی تھی۔ آنکھیں غصے سے سُرخ تھیں۔ فیاض کو دیکھ کر وہ کسی قدر سنبھلا اور پھر غصیلے لہجے میں بولا۔

"جی فرمایئے"

"مجھے آپ سے کچھ کام تھا"

"یہ ہوٹل خریدنا ہے آپ کو۔ اگر نہیں آپ نے مجھے اپنا ملازم کیوں سمجھ لیا کہ آپکی دستک پر دوڑا آؤں گا۔"

"ہوں۔ فیاض آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہوگیا۔ سامنے ہی ایک لڑکی نظر آ رہی تھی جس کا میک اپ بگڑا ہوا تھا۔ فیاض منیجر کو گھورنے لگا۔

"میں۔ میں کہتا ہوں آپ کون ہیں۔" منیجر کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ فیاض کی اس حرکت پر وہ اور چراغ پا ہوگیا تھا۔

"آپ کے ہوٹل کا ایک مہمان"

"اتنے سارے گدھے جو میں نے چھوڑے ہوتے ہیں، اُن کا کیا مصرف ہے جائیے آپ کو جو ضرورت ہو سپروائزر سے کہیں، میں منیجر ہوں۔ فوراً اس کمرے سے نکل جایئے۔

"میرا خیال ہے یہ دفتر ہے"

"جی ہاں ہے۔"

"اہلیہ بھی یہیں رہتی ہیں آپ کی"

"آپ سے مطلب"

"منیجر کے دفتر کا یہ عالم ہے تو ہوٹل کے کمروں میں کیا ہوتا ہوگا۔ اس کی اجازت کہاں سے ملی آپ کو"

"پولیس سے رابطہ قائم کیجئے۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ یا میں بیروں کو بلواؤں تم یہ ہوٹل چھوڑ سکتے ہو۔" منیجر نے کہا۔ اور فیاض نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔

"میں کوئی بکواس   " منیجر نے کارڈ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ جملہ پورا نہیں کر سکا تھا۔ کارڈ کی تحریر دیکھ ہی لی تھی اُس نے اور پھر اس کے چہرے پہ زلزلہ آگیا۔"

"ایس۔ ایس۔ پی، یہ پولیس۔ محکمہ سراغ۔"

اُس نے گھوم کر لڑکی کی طرف دیکھا۔

"مجھے آپ سے کچھ معلومات درکار ہیں۔ فیاض نرم لہجے میں بولا۔

"جولی۔ تم یہاں کیوں سو رہی ہو۔ دفعان ہو جاؤ۔ گیٹ آؤٹ، گیٹ آؤٹ
منیجر کی کپکپاتی آواز اُبھری اور فیاض کو ہنسی آ گئی۔ لڑکی لباس سنبھال کر
باہر نکل گئی تھی۔

"ہم معافی چاہتا ہوں جناب۔ منیجر کی گھگھیائی ہوئی آواز اُبھری۔

مہمانوں کا رجسٹر نکلوایئے۔ فیاض بولا۔

جی!

میں ایک نام تلاش کر رہا ہوں۔

"ابھی۔ ابھی لیجئے جناب۔ ابھی ایک منٹ۔ منیجر کو جان سستے میں
چھوٹتی نظر آئی تھی۔ بہرحال ہوٹل کا رجسٹر آ گیا۔ رجسٹر لے کر دوسرا
کلرک خود آیا تھا۔

"منیجر جہانگیر۔ اس نام کی کوئی شخصیت یہاں موجود ہے؟ فیاض نے
پوچھا۔

نہیں جناب! کلرک نے اعتماد سے کہا۔

"کیسے کہہ سکتے ہو؟

"مہمانوں کے تمام نام مجھے یاد رکھنے ہوتے ہیں۔

"پھر بھی ایک نگاہ ڈال لو۔" فیاض بولا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل میں دیکھے لیتا ہوں، لیکن مجھے یقین ہے کہ

نے جواب دیا۔

فیاض نے خود ہی رجسٹر دیکھا تھا، لیکن کوئی منیجر جہانگیر یہاں موجود
نہیں تھا۔ بہرحال اُسے یقین ہو گیا کہ کسی نے اُس سے فراڈ کیا ہے۔

وہ واپسی کے لیے مڑا تو منیجر نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے
بڑی بدتمیزی ہو گئی ہے سپرنٹنڈنٹ صاحب۔ معافی کیلئے الفاظ نہیں پا رہا۔

"ہوں۔ اس سلسلے میں آپ سے پھر بات ہو گی۔

"براہ کرم مجھے معاف کر دیجئے۔ میں جو بھی خدمت کر سکا مجھے خوشی ہو گی۔

فیاض نے کوئی جواب نہیں دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ سب موڈ ہی تھا
ورنہ اُس کے کالی کا غصہ منیجر پر بھی نکالا جا سکتا تھا۔

پتہ نہیں کون تھا، جس نے یہ مذاق کیا تھا۔ اُس کی کوئی وجہ تو ہو گی۔ وہ
سوچ رہا تھا۔ بہت سے خیالات اُس کے ذہن میں آ رہے تھے۔ پھر ایک
خیال اُس کے ذہن میں جم گیا۔

ممکن ہے کوئی اُسے دارالحکومت سے ہٹانا چاہتا ہو۔ کسی
کے تحت اور اس نے اضطراب سے سوچا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر فوراً ہی
واپسی ضروری ہے جس قدر جلد ممکن ہو۔

وہ تیزی سے لفٹ کی طرف چل پڑا اور لفٹ نے اُسے اُس
کی منزل پہ چھوڑ دیا۔ لفٹ سے وہ باہر نکلا تو دفعتاً اُس کی نگاہ ایک
لڑکی پہ پڑی اور وہ ٹھٹھک گیا۔

سینکڑوں خیالات اُس کے ذہن کے پردے سے ٹکرائے تھے۔

یہ شکل اجنبی نہیں تھی۔

وہ اُسے کئی بار دیکھ چکا تھا، اور اس شکل کو دیکھنے کے بعد اُس کے ذہن میں ایک اور شکل اُبھری تھی۔ عمران —! لڑکی جولیا تھی، جسے وہ عمران کی دوست کی حیثیت سے جانتا تھا۔ اگر جولیا یہاں موجود ہے تو اس کے امکانات بھی تھے کہ عمران خود بھی یہاں ہو — اور عمران — اوہ — ممکن ہے میجر جہانگیر عمران ہی ہو۔

عمران کے چہرے پر میک اپ تھا۔ وہ کوئین میں فیاض جولیا اور صفدر کو دیکھ چکا تھا۔ اُن کے اضطراب کو بھی اُس نے محسوس کر لیا تھا اور لطف اندوز ہو رہا تھا۔ شاداب گڑھ کا موسم بڑا خوشگوار تھا۔ اور ان دنوں میں سیاح بھی کافی مقدار میں آئے ہوئے تھے بہرحال وہ اپنے طور پر تفریح کر رہا تھا۔

اس وقت وہ راہداری میں اپنے کمرے سے نکلا ہی تھا کہ اُس نے فیاض کو جولیا کے قریب دیکھا۔ عمران جانتا تھا کہ فیاض جولیا کو اس کی شناسا کے طور پر جانتا ہے بہرحال وہ اُن کی گفتگو نہیں سُن سکتا تھا لیکن اُس سے اس نے خوب لطف لیا۔ اُس کا ذہن کوئی نئی شرارت سوچ رہا تھا۔ فیاض جولیا سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر دونوں لفٹ سے نیچے اُتر گئے۔ عمران خود سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ سیڑھیوں سے نیچے اُتر کر وہ بھی ہال میں داخل ہو گیا۔ فیاض جولیا کے ساتھ ایک بڑی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک عمران سوچتا رہا۔ کوئی نئی اور دلچسپ

شرارت۔ لیکن کوئی فوری بات ذہن میں نہیں آئی تھی۔ بہرحال وہ بیٹھا
ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر وہاں سے اٹھ گیا، کوئی ایسی ترکیب ذہن
میں لانا چاہتا تھا جس سے کچھ لطف آئے۔

وہ ہوٹل کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ آسمان پہ دیر چھایا ہوا تھا۔ ایک دور
چلا تو بوندا باندی شروع ہوگئی۔ لیکن ننھی ننھی بوندیں خوشگوار لگ رہی تھیں۔ وہ آگے
بڑھتا رہا۔ ابھی بارش تیز نہیں ہوئی تھی۔ کریٹن ہوٹل شاداب گڑھ کا عجوبہ تھا۔ اس کا احاطہ وسیع
ترین تھا۔ اس کے چاروں طرف پہاڑیوں کے درمیان ایک خوبصورت پارک بنا ہوا تھا
عمران کو یہ جگہ بہت پسند تھی۔ قدرتی مناظر کو ایک احاطے میں قید کر لیا گیا تھا۔
اور تھوڑی سی شجر کاری کر کے اسے پارک کی شکل دے دی گئی تھی۔ یہ پارک
حسین ترین اور وسیع ترین تھا۔ اس کے اطراف احاطہ کر کے اسے مختلف
شکلیں دے دی گئی تھیں۔ یہاں ایک قدرتی آبشار بھی تھا۔ لیکن آبشار
کے اس مہمانوں کے لیے تفریح
کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے دو تین رستوران بھی یہاں
لگا دیئے گئے تھے۔

موسم کی مناسبت سے یہ رستوران بہت چلتے تھے اور یہاں عموماً بارش رہتی تھی
وہ آبشار کے کنارے آ بیٹھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار آبشار کی بوندوں کو ساتھ
لیے کر رہی تھی۔ گہری تاریکی ہوتی جا رہی تھی۔ رستورانوں میں روشنیاں
جل اٹھیں۔ عمران تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے بھی اٹھ گیا۔ وہ پارک
کے تاریک گوشوں کی طرف چل پڑا۔ فیاض کے بارے میں سوچ رہا

تھا۔ کہیں فیاض بور ہو کر یہاں سے چلا نہ جائے۔ اس سے مل لینا چاہیئے۔
ان کو دیکھ کر اسے شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے وہ عمران سے یہ بات
نہیں کر سکتا کہ اس نے میجر جہانگیر کی حیثیت سے اسے فون کیا تھا۔
— ویسے فیاض اسے یہاں دیکھ کر چونکے گا ضرور — فیاض کو
پا یا جائے — اور صفدر اور جولیا — ان کے بارے میں بعد میں
فیصلہ کر لیا جائے گا۔

پارک میں اب پوری طرح تاریکی پھیل گئی تھی۔ عمران نے واپسی کے
لیے قدم اٹھا دیئے لیکن ابھی وہ زیادہ دور نہیں چلا تھا کہ دفعتاً اس کے پاؤں
سے کسی چیز کا ٹھوکر لگی۔

کوئی اور شے تھی۔ عمران بے اختیار اس پر جھک گیا اور پھر
اس کے ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔ کوئی انسانی جسم تھا۔
عمران بے اندازہ پیچھے بیٹھ گیا۔ کوئی لاش — اس کے اندازے کے اندر
آ گیا، لیکن چند منٹ کے بعد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ کوئی زندہ انسان ہے
کوئی شرابی یا زخمی۔

اب کیا کیا جائے —، بہرحال اس طرح اسے چھوڑنا تو ممکن
نہیں تھا۔ اس نے بے ہوش شخص کو اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن بے ہوشی
گہری تھی۔ چنانچہ کندھے پر اٹھائے بغیر گزارہ نہیں تھا۔

یہ صورت حال مخدوش تھی، لیکن اور کوئی ترکیب بھی تو نہیں تھی۔
اسے اٹھائے ہوئے پارکنگ تک آیا اور پھر ایک ٹیکسی اشارے سے

بلائی۔ ڈرائیور کی مدد سے اُس نے بے ہوش شخص کو ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔

"کیا بات ہے صاحب۔؟"

"اچانک طبیعت خراب ہو گئی ہے۔"

"کہاں لے چلوں۔"

"کسی ہسپتال" عمران نے کہا اور ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔ راستے میں ہی عمران کو ایک پرائیویٹ کلینک نظر آیا اور اُس نے ڈرائیور کو وہاں چلنے کی ہدایت کر دی۔ ہسپتال میں ڈاکٹر موجود تھا۔ فوری طور پر بیہوش شخص کا معائنہ کیا گیا کوئی خاص بات نہیں تھی۔

"کوئی ذہنی شاک ہے۔ تھوڑی دیر میں ہوش میں آجائیں گے" ڈیوٹی ڈاکٹر نے بتایا۔

عمران نے گردن ہلا دی۔

"میں اُن کے پاس رک سکتا ہوں۔"

"ضرور ۔۔۔ ہوش میں آنے کے بعد آپ انہیں لے جا سکتے ہیں۔" عمران نے گردن ہلا دی۔ وہ اُس شخص کا جائزہ لے رہا تھا۔ بڑی پُر وقار شخصیت کا مالک تھا۔ نہ جانے کون تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد اُسے ہوش آیا تھا

عمران اُس کے سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اِس شخص کی حرکات دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے بے چارہ کس حادثے کا شکار ہوا تھا۔ بدن پر سلیپنگ سوٹ

تھا جس سے احساس ہوتا تھا کہ کسی طرح اپنے بیڈ روم سے ہی چلا آیا ہے ممکن ہے سونے میں چلنے کی عادت ہو۔

وہ آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ عمران پر نگاہ پڑی اور وہ خالی الذہن کے عالم میں اُسے دیکھتا رہا۔ پھر دفعتاً وہ بُری طرح اچھل پڑا۔ وہ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تم ۔۔۔ تم ۔۔۔ کون ہو ۔۔۔ آہ ۔۔۔ وہ کہاں ہے" بوڑھے کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" عمران نے اس سے پوچھا۔

"تم کون ہو۔ تم وہ تو نہیں ہو سکتے" بوڑھے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کون"

"وہی ۔ وہ ہی"

"آپ ذہن سے ہر پریشانی نکال دیں۔ اگر آپ کسی سے خوفزدہ ہیں تو وہ میں نہیں ہوں۔ میں آپکا مددگار ہوں"

"مددگار" بوڑھا بے یقینی سے بولا۔

"ہاں۔ مددگار۔"

"میں کیسے یقین کروں۔؟"

"اِس سوال کا میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔"

"کیوں۔؟"

"مجھے اپنے بارے میں بتا دیں آپ کون ہیں۔؟"

" تم مجھے نہیں جانتے ؟

" نہیں ۔

" آہ ! کاش مجھے یقین آجائے ۔

" آپ کس سے خوفزدہ ہیں۔

" وہ سیاہ چشمے والا ۔

" کوئی کام تو ہوگا اُس کا ۔

" کام — بوڑھے نے عجیب سے انداز میں کہا ۔ پھر بولا۔

" یہ کون سی جگہ ہے؟

" ہسپتال —!

" ہسپتال کیوں ؟

" آپ مجھے بے ہوش ملے تھے ۔ مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا ہے اس لیے میں آپکو ہسپتال لے آیا ۔

" میں کہاں تھا ؟

" ایک پارک میں ۔

" پارک — بوڑھے نے غور سے سے لہجے میں کہا ۔ پھر بولا ۔" وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا ۔

" کہاں لے جانا چاہتا تھا ؟

" خدا ہی جانے ، کاش جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ درست ہو ۔

" اگر آپ مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے تو مجھے اعتراض نہیں ہے ۔ آپ کی

حالت درست ہے آپ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں ۔

تم ، تم اگر میری مدد ہی کرنا چاہتے ہو تو مجھے اویرائن پہنچا دو ۔

" اویرائن ۔؟

" ہاں ، ماسک اسٹریٹ !

" یہ کہاں ہے ۔؟

" کیا ۔ کیا یہ — یہ — بوڑھے کے انداز میں پھر حیرت پیدا ہوگئی ۔

" یہ شاداب گڑھ ہے ، لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں ، جہاں نہ تو ماسک اسٹریٹ ہے اور نہ اویرائن ، آپ کونسے شہر کی بات کر رہے ہیں ۔

" ویرم پور ۔

" کیا ! عمران چونک پڑا ۔ یہ پڑوسی ملک کا ایک شہر تھا ۔

" دھرم پور یہاں سے کتنی دور ہے ۔

" محترم آپ ایک اور ملک کی بات کر رہے ہیں ؟
عمران نے کہا ۔

" کیا مطلب ؟

" یہ میرا ملک ہے ۔

عمران نے نام بتایا ، اور بوڑھے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ۔ پھر وہ جذباتی لہجے میں بولا ۔

" خدا کے لیے — خدا کے لیے مجھے پاگل بنانے کی کوشش مت کرو ۔
خدا کے لیے مجھے ، میرے ساتھ یہ سلوک مت کرو ۔ میں نے تمہارا

کیا بگاڑا ہے ۔ میں نے تمہارا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عمران گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا ———— ، دروازے سے نرس داخل ہو رہی تھی ۔ اس نے بوڑھے کو دیکھا اور پھر بل عمران کے سامنے رکھتے ہوئے بولی ۔ " یہ بل ہے جناب آپ اب انہیں لے جا سکتے ہیں ۔

" شکریہ نرس ! عمران نے بل کی رقم جیب سے نکال کر نرس کو ادا کر دی اور نرس واپس چلی گئی ۔ عمران بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا تھا ۔

۵

مارتھا کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا ۔ اسکی کہانی دکھ بھری تھی لیکن اس کی شکل کتنی بھیانک تھی ، کیا وہ ۔ وہ اس سے ہمدردی کر سکتی ہے ، کیا وہ کیا دنیا کی کوئی بھی لڑکی اسے پسند کر سکتی ہے ۔ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ ؟

وہ ایک خطرناک مجرم تھا ، خطرناک انسان تھا ، دنیا بھر کو اس کی تلاش تھی ، وہ کیسے اسے اپنے محبوب کی شکل میں قبول کر سکتی تھی ۔

" کیا سوچ رہی ہو مارتھا ۔ میری قسمت کا فیصلہ جلدی کر دو ۔ کیا میں اب بھی تمہاری محبت حاصل کر سکتا ہوں ۔ وہ کئی قدم آگے بڑھ آیا اور مارتھا خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی ۔

وہ ٹھٹھک گیا ، اسے مارتھا کا جواب معلوم ہو گیا تھا ۔ مارتھا اس

سے خوفزدہ نظر آرہی تھی۔ اُس کے مکروہ چہرے پر ایک تلخ
سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہم میں ابھی آرہی ہوں۔" مارتھا نے کہا۔ اور دوسرے کمرے میں
چلی گئی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ مارتھا کہاں گئی ہے۔ وہ تیزی سے اس کے
پیچھے چل پڑا۔ مارتھا نے دوسرے کمرے میں پہنچ کر کمرے کا دروازہ
اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ دروازے کی جھری سے اندر جھانکنے لگا۔

مارتھا فون پر کسی کے نمبر ڈائل کر رہی تھی، پھر اس کی آواز سنائی دی
"ہیلو، پولیس اسٹیشن، جی میں لارنس اسٹریٹ سے بول رہی ہوں۔
بلڈنگ نمبر پانچ، سیکنڈ فلور، فلیٹ نمبر بیس۔ جی ہاں ایک اہم ترین
اطلاع ہے۔ میرے فلیٹ میں ایک خطرناک مجرم موجود ہے، اس
کا نام انتھونی ایڈورڈ ہے۔ جی ہاں مجھے مکمل طور پر یقین ہے۔
جلدی آئیے۔ میں زیادہ دیر تک اُسے نہ روک سکوں گی۔
او کے!"

اُس نے فون رکھ دیا۔

انتھونی ایڈورڈ کا چہرہ خون کی طرح سُرخ ہو گیا تھا۔ وہ دروازے
کی جھری سے ہٹ گیا، اور دوسرے کمرے میں آکر ایک صوفے پر
بیٹھ گیا۔ چند لمحات کے بعد مارتھا بھی اُسی کمرے میں آگئی۔ اُس کا چہرہ
اب بھی خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ وہ انتھونی کے سامنے بیٹھ گئی، اور انتھونی
چشمے کے اندر سے اُسے دیکھتا رہا۔

"یقیناً تم نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہوگا ڈارلنگ۔" انتھونی صوفے
سے اُٹھ کر اُس کے برابر پہنچ گیا۔

"ن... نہیں۔" مارتھا خوفزدہ انداز میں بولی، اُس کا رنگ فق ہو رہا
تھا۔ وہ صوفے سے کھڑی ہو گئی۔ انتھونی بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ اُس نے اپنی
آنکھ استعمال نہیں کی تھی۔ پھر وہ مارتھا کی طرف بڑھا، اور اُس نے اُس
کی گردن پکڑ لی۔

"تو نے ذلیل عورت، تو نے پولیس کو فون کر دیا۔" انتھونی نے کہا
اور مارتھا کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی، اور اُس کی زبان باہر لٹک
گئی۔ مارتھا کو قتل کرنے کے بعد وہ فلیٹ سے باہر نکل آیا اور سیڑھیاں
اُتر کر ایک طرف چلا گیا۔ کافی دور نکلنے کے بعد اُس نے پولیس کی چند گاڑیاں
دیکھیں جو بلڈنگ نمبر پانچ کی طرف جا رہی تھیں۔ اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
پھیل گئی۔ پیدل چلتے چلتے وہ ایک بھری پُری سڑک پر آگیا۔ پھر ایک ٹیکسی
روک کر وہ اس میں بیٹھا اور ٹیکسی اُس کے بتاتے ہوئے پتے پر تیز رفتاری
سے دوڑنے لگی۔

ٹیکسی سے اُتر کر وہ کافی دیر تک پیدل چلتا رہا۔ پھر ایک جگہ رُک کر
چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اُس کا رُخ ایک چھوٹے سے بنگلے کی جانب
تھا۔ بنگلے کے مین گیٹ پر پہنچ کر اُس نے بیل بجائی۔ چوکیدار نے گیٹ
کھول کر اُسے دیکھا اور ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر دروازہ کھول دیا۔

سیاہ جیکٹ اور چست سیاہ رنگ کی پتلون میں ملبوس انتھونی ایڈورڈ

اندر داخل ہو گیا اور کئی کمروں سے گذر کر ایک کمرے میں پہنچ گیا۔

کمرے میں داخل ہو کر اُس نے لباس تبدیل کیا اور ایک صوفے پر آ بیٹھا، اس کے چہرے پر پلاسٹک ماسک اب بھی لگی ہوئی تھی۔ چند منٹ وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اُس نے کم اِن کہا اور ایک خطرناک شکل کا آدمی اندر آ گیا ؟

کیا بات ہے ؟ انتھونی اٹیڈورڈ نے پوچھا۔

"وہ لوگ آ رہے جناب ؟

"آ رہے ہیں ؟

"جی ہاں ، اُنہیں اُنکی درخواست پر ہی یہاں لایا جا رہا ہے۔

"کس طرح ۔؟

"آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر۔

"ہوں، وہ راستے کا اندازہ تو نہ کر سکتے یہاں کے؟

"بالکل نہیں، آپ مکمل اعتماد کریں۔

"ہوں ، لے آؤ ۔

"یس سر ! وہ شخص واپس چلا گیا، چند منٹ کے بعد دو آدمی اندر داخل ہو گئے، وہ پستہ قد تھے اور اُن کے جسموں پر اعلیٰ درجے کے سوٹ تھے چہرے سے وہ اچھے آدمی معلوم نہیں ہوتے تھے۔

انہوں نے انتھونی کو سلام کیا۔ اور انتھونی اُن کی شکل دیکھتا رہا۔

"بیٹھ جاؤ ۔ انتھونی نے کہا۔

"شکریہ جناب ! وہ جلدی سے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"میں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی ؟

"جناب ہم آپ سے کچھ مدد کر سکتے ہیں ۔؟ اُن میں سے ایک نے کہا۔

"میرا خیال ہے پہلے آپ اپنا تعارف کرائیں۔

"اوہ ضرور، آپ سے کیا چھپانا ۔، ان میں سے ایک نے کہا۔ اور جیب سے ایک کارڈ نکال کر انتھونی نے کارڈ پڑھا اور بولا۔

مجھ سے کیا چاہتے ہو ؟ ۔

"ہم آپ سے ایک کام لینا چاہتے ہیں ۔

کام کیا ہے ۔؟

"رازداری شرط ہے ۔ سودا ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں ۔

"مکمل ۔

"شکریہ ، اُن میں سے ایک نے کہا اور پھر بولا ۔ "ہم ایک آدمی کو یہاں سے اغوا کر کے فارالیسٹ پہنچانا چاہتے ہیں۔

"ہوں، کون آدمی ہے ؟

"یہاں کی ایک معزز ہستی ہے ۔

اُسے وہاں کس کے حوالے کرنا ہے ۔

ہمارے آدمی وہاں اُسے لے لیں گے ۔

"فارالیسٹ ۔! انتھونی آہستہ سے بولا۔ ٹھیک ۔ اب معاوضے کی بات طے کر لی جائے۔

صرور جناب آپ معاوضہ طلب کریں ۔"

"اس شخصیت کے بارے میں بتاؤ ۔؟ پھر میں معاوضے کی بات کروں گا۔

"اوہ ! اُن دونوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر بولے ۔" بہر حال کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر ہے آپ راز داری کا وعدہ دونوں صورتوں میں کر چکے ہیں۔

مسٹر میں بار بار اپنے جملے نہیں دہراتا۔ انھوں نے بگڑتے کر کہا۔

"وہ یہاں کا ایک سرکاری سائنسدان ہے۔

"نام بتاؤ ۔"

"اس کا نام پروفیسر منظور رازی ہے۔

"ہوں ! پروفیسر منظور رازی ۔ انھوں نے پُرخیال انداز میں کہا پھر بولا" تھوڑی سی تفصیل اور بتاؤ ۔

"وہ اٹامک انرجی کمیشن کا چیف ہے ۔

اوہ ! لیکن تم اس کا وہاں کیا کرو گے ۔؟

"یہ نہیں بتایا جا سکتا جناب ، آپ صرف اُسے اغوا کر کے وہاں تک پہنچا دیں ۔"

"کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں کس طرح کام کرتا ہوں ۔

"جی ہاں ، ہم جانتے ہیں ۔ آپ کے کام بہت کوئک اور اور سائنٹفک ہوتے ہیں ۔

"شکریہ ، اس لیے معاوضہ میری مرضی کے مطابق ہوگا ۔"

"آپ یقین کریں ۔

"ایک لاکھ ڈالر ۔

"ہم تیار ہیں ۔

"گڈ ، رقم پیشگی ادا کرنی ہوگی ۔

"دس گھنٹے کے اندر اندر رقم ادا کر دی جائیگی ۔

"ٹھیک ہے کام ہو جائے گا ، رقم کہاں ادا کی جائے گی میں کیش کا قائل ہوں ۔ اس کے بعد تمہارا ہے کہ تمہاری علیحدہ جگہ پہنچانا میری ذمہ داری ہوگی خواہ اُس کے لیے مجھے کوئی راستہ اختیار کرنا پڑے ۔

یہاں سے پچاس میل دور ایک قصبہ گڑھی شاہو ہے ۔ ہمارے نمائندے گڑھی شاہو کی پرانی کوٹھی میں آپ کے منتظر رہیں گے ۔ آپ پتہ نوٹ کر لیں ، رقم آپکو وہاں مل جائے گی ۔

"ٹھیک ہے ، پتہ میں نے نوٹ کر لیا ہے ۔ آپ لوگ کل رقم ادا کر دیں !" انھوں نے کہا۔

بالکل جناب ، کل ایک بجے دوپہر آپ کی خواہش کے مطابق رقم گڑھی شاہو پہنچا دی جائے گی ۔

"ٹھیک ہے ۔ انھوں نے کہا۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا ۔" انہیں کسی مناسب ٹھکانے پر چھوڑ آؤ ۔ جہاں سے یہ واپس پہنچ سکیں ۔

"یس سر۔" انتھونی کے آدمیوں نے جواب دیا اور وہ اِن دونوں کے ساتھ باہر نکل گئے۔۔۔ اُن کے باہر نکلتے ہی انتھونی نے بیل بجائی اور اُس کمرے کے عقبی دروازے سے دو آدمی باہر نکل آئے۔ یہ دونوں صورت سے ہی خطرناک معلوم ہوتے تھے۔

"تم لوگ اُن کے پیچھے جاؤ۔ اور اُن کو جہاں چھوڑا جائے وہاں سے تم اُن کا تعاقب کرو گے۔ اُن کے بارے میں مکمل چھان بین کرو اور اُس وقت تک سائے کی طرح رہو جب تک میں تمہیں کوئی دوسرا حکم نہ دوں۔"

انتھونی نے ہدایت کی۔

"یس سر۔" ان دونوں نے کہا اور باہر نکل گئے۔

رات حد درجہ تاریک تھی، لیکن اُس کی آنکھ دور تک کے مناظر صاف دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کار کو دیکھ رہا ہے جس میں پروفیسر منظور رانزی آ رہا تھا۔ پروفیسر پچھلی نشست پر تھا اور کار اُس کا ڈرائیور چلا رہا تھا۔

انتھونی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی، ٹھیک دو بجے تھے۔ وہ آگے بڑھ کر بالکنی کے بالکل قریب پہنچ گیا، اور پھر وہ اوپر پہنچ کر بالکنی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے دونوں پاؤں نیچے لٹک رہے تھے۔ پیروں میں موٹے کریپ سول کے جوتے تھے، چست پتلون اور سیاہ چمڑے کی جیکٹ جسم پر تھی وہ بہت اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ سیاہ چشمہ بدستور آنکھوں پر موجود تھا، لیکن کار کے قریب آنے سے قبل اُس نے چشمہ اتار کر جیکٹ کی جیب میں رکھ دیا۔

کار مناسب رفتار سے آ رہی تھی، نہ وہ زیادہ فاسٹ تھی نہ سلو (SLOW)

پھر وہ اس عمارت کے سامنے سے گذری، جس کی بالکنی پر انتھونی بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ عمارت کے سامنے سے گذری۔ انتھونی نے کار پر چھلانگ لگا دی اس کا اندازہ اس قدر درست تھا کہ وہ سیدھا کار کی چھت پر گرا۔ لیکن دھماکے کی آواز وہ نہ روک سکا، اس لیے اُسے ایک دم سنبھلنا پڑا تھا۔ ورنہ وہ ایک جھٹکے سے کار کی چھت سے پھسلتا ہوا نیچے آگرتا۔

کار سڑک سے اتر گئی تھی، شاید ڈرائیور کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہک گیا تھا۔

پھر جیسے ہی کار رکی وہ چھت سے پھسل کر نیچے آگیا، اس نے جھپٹ کر کار کی ڈکی کھول لی، ڈرائیور ابھی تک دروازہ کھول کر نیچے نہیں اترا تھا۔ اس نے ڈکی میں گھس کر ڈکی کا دروازہ دوبارہ بند کر لیا، صرف باریک سی جھری رہنے دی تھی تاکہ ہوا اندر آتی رہے۔

چند منٹ گذر گئے، پھر اُسے ڈرائیور کے نیچے اترنے کا احساس ہوا ڈرائیور شاید ان کی طرف ہی آیا تھا۔ وہ بیوقوفوں کی طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر وہ واپس کار میں جا بیٹھا، کچھ دیر پروفیسر منظور رازی اور اس میں گفتگو ہوتی رہی۔ پھر کار چل پڑی۔

انتھونی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے ڈکی کچھ اور کھول لی اور گہرے سانس لینے لگا۔

کار کا سفر بہت مختصر رہا تھا، پھر کار ایک خوبصورت کوٹھی میں داخل ہو گئی اور منظور رازی اتر کر چل دیا۔ اس کے جانے کے بعد ڈرائیور بھی اتر گیا۔ اور اپنے کوارٹر کی طرف چل دیا۔ زیادہ رات گذر جانے کی وجہ سے

اس کے قدم نیند میں لڑکھڑا رہے تھے اور اس نے کار کی چابی بھی اگنیشن میں لگی چھوڑ دی تھی۔

اُس کے جانے کے بعد انتھونی نے ڈکی کھولی اور نیچے اتر آیا۔ پورٹیکو میں مدھم بلب روشن تھا، اس لیے انتھونی نے جلدی سے وہاں سے گذر کر ایک تاریک حصے میں پہنچ گیا، یہاں رک کر اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر پُرسکون قدموں سے صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک راہداری میں تھا۔

یہاں ایک ستون کی آڑ میں رک کر اس نے چاروں طرف دیکھا اور وہاں سے بھی آگے چل دیا۔ راہداری کے آخری سرے پر پروفیسر منظور رازی ایک لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔

انتھونی ان دونوں کی گفتگو تو نہ سن سکا لیکن اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ پروفیسر کی لڑکی ہے، بہرحال وہ اپنی جگہ رک کر انتظار کرنے لگا۔ لڑکی واپس اپنے کمرے میں چلی گئی اور پروفیسر گھوم کر آگے بڑھ گیا، انتھونی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے، وہ ساکت اپنی جگہ کھڑا رہا۔

لڑکی کے حسن نے اُسے مسحور کر دیا تھا۔ اس کا ذہن ڈگمگا گیا تھا لیکن پھر وہ خود پر قابو پانے لگا۔ اس وقت اُسے ایک خطرناک ترین کام انجام دینا تھا اگر وہ یہاں بہک جاتا تو پورا پلان فیل ہو سکتا تھا۔

وہ اپنے حواس درست کرنے کے بعد آگے بڑھ گیا اُسے پروفیسر رازی سے نمٹنا تھا، پھر جب سے اطمینان ہو گیا کہ پروفیسر کی لڑکی سو گئی ہو

گی تو وہ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی کے کمرے کے قریب سے گذرتے ہوئے اس کے قدم ٹھٹھکے تھے، لیکن وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے کے سامنے جا کر رک گیا، کمرے میں نائٹ بلب روشن تھا جس کا مطلب تھا کہ پروفیسر سونے کے لیے لیٹ گیا ہے۔ اس نے کی ہول سے اندر جھانکا اور پھر شانے اچکا دیئے، اس نے نائٹ بلب کی روشنی میں پروفیسر کو ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے پایا۔ وہ پائپ پی رہا تھا۔ جانے کیوں وہ اب تک نہیں سویا تھا۔

انتھونی چند سکینڈ کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور گردن ہلانے لگا۔ وقت گذرتا جا رہا تھا اور زیادہ دیر مناسب نہیں تھی اس کا ساتھی پروگرام کے مطابق اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ پہلے ہی وہ کافی لیٹ ہو گیا تھا۔

اس نے سیدھے ہو کر آہستہ سے دروازے پر دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔ پروفیسر نے باہر دیکھا لیکن باہر چونکہ روشنی نہیں تھی، اس لیے وہ انتھونی کا ہیولا نہیں دیکھ سکا۔

"کون ہو تم — کیا بات ہے۔؟" پروفیسر نے سخت لہجے میں پوچھا لیکن اسی وقت انتھونی کا ہاتھ اس کی گردن کی طرف بڑھا اور اس نے گردن پکڑ کر پروفیسر کو کمرے میں دھکا دے دیا، پروفیسر چاروں شانے چت گرا تھا۔

لیکن پھر اس نے اٹھنے میں بڑی پھرتی دکھائی تھی۔ وہ اپنے بستر کی طرف لپکا اور اس نے جلدی سے پستول نکال لیا، لیکن انتھونی نے اپنا چشمہ اتار دیا تھا۔ اس کی برقی آنکھ سے ایک شعاع نکل کر پروفیسر کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول پر پڑی، اور پستول پروفیسر کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

پروفیسر نے اپنا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ اس نے متحیرانہ انداز سے انتھونی کو دیکھا، لیکن انتھونی پروفیسر کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے چشمہ لگا لیا تھا۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے پروفیسر تمہیں پٹی پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم کون ہو، کیا چاہتے ہو؟" پروفیسر رازی نے پوچھا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں؟"

"یہ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"لیکن ــــ"

"بالکل نہیں، کوئی اعتراض بیکار ہوگا تمہیں چلنا ہی ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے اپنی بچی سے مل لینے دو۔"

"یہ مناسب نہیں ہوگا پروفیسر!"

"بکواس مت کرو، میں اس طرح نہیں جاؤں گا۔"

پروفیسر بگڑ گیا۔

اور انتھونی اسے دیکھنے لگا۔ دفعتاً وہ آگے بڑھا، لیکن اسی وقت

پیچھے سے آہٹ سنائی دی، اور وہ چونک کر پلٹ پڑا۔ پروفیسر کی لڑکی دروازے میں کھڑی تھی۔

"ڈیڈی، کیا بات ہے ڈیڈی ۔ یہ کون ہیں۔"

اس لڑکی نے پوچھا۔

"تم پولیس کو رِنگ کر دو، یہ کوئی بدمعاش ہے ۔ مجھے زبردستی لے جانا چاہتا ہے ۔" پروفیسر نے کہا، اور لڑکی بری طرح اچھل پڑی۔

انتھونی لڑکی کو دیکھ رہا تھا، اسی وقت پروفیسر نے ایک دم اس پر حملہ کر دیا۔ لڑکی دوڑتی ہوئی ایک طرف چلی گئی تھی۔ اب وقت ضائع کرنا بالکل حماقت تھی۔

چنانچہ اس نے پروفیسر رازی کے حملے کو روکا اور پھر ایک سیدھا ہاتھ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔

پروفیسر رازی کا منہ کھلا، اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا، دوسرے لمحے انتھونی نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا، اور پھر وہ باہر کی طرف دوڑنے لگا۔

اس طرح دوڑنے سے اس کی طاقت کا اندازہ ہوتا تھا وہ پروفیسر انتھونی کے اچھی خاصی جسامت کے وزن کو لے کر دوڑ رہا تھا، لیکن اس کی رفتار بے حد تیز تھی۔ چند منٹ کے بعد وہ باہر پہنچ گیا۔ اس نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا۔

اور پروفیسر کو کار کی پچھلی سیٹ پر ٹھونس دیا۔ دروازہ بند کر کے اس نے آگے کا دروازہ کھولا، اور اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ رُخ موڑتے ہی اس نے ہارن دیا۔ سمجھ چوکیدار شاید آرام کر رہا تھا، اس نے انتظار نہ کیا اور تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ اتنی دیر میں چوکیدار بھی بڑبڑا کر اٹھ گیا تھا۔ اس نے یہ تو نہ دیکھا کہ اسٹیرنگ پر کون ہے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور کار زناٹے سے باہر نکل گئی۔

انتھونی کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ لیکن ابھی تو کام کا ایک معمولی سا حصہ تکمیل کو پہنچا تھا۔ ابھی تو بہت سے خطرناک کام باقی تھے۔ وہ برق رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

کار برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی، پروفیسر منظور رازی کار کے
پچھلے حصے میں بیہوش پڑا ہوا تھا اور انتھونی کے چہرے پر عجیب و غریب
تاثرات تھے۔ اس دوران وہ بید چاق و چوبند اور پھرتیلا محسوس ہو رہا تھا
چست سیاہ پتلون اور سیاہ جیکٹ، وہ یوں بھی بہت شاندار معلوم
ہو رہا تھا۔

کار بہت سی سڑکوں سے گذرتی ہوئی ایک سنسان راستے
کی طرف نکل آئی۔ یہ راستہ سیدھا ائرپورٹ جاتا تھا۔ انتھونی
ایڈورڈ کو حسب وعدہ رقم مل چکی تھی، اور اس کے بعد اس کا کام
شروع ہو جاتا تھا۔ پروفیسر رازی کو فار ایسٹ کے ایک مخصوص
علاقے میں پہنچانے کے لیے اس نے ایک نیا طریقہ منصوبہ بنایا
تھا۔ اس کے لیے اس نے ایک انتہائی سنسنی خیز اقدام کرنے کا

فیصلہ کیا تھا، اور اس وقت اسی پروگرام کے تحت وہ فوجی
ائرپورٹ جا رہا تھا۔

ایک جگہ سے سڑک دو شاخوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک سڑک
عام ائرپورٹ کی طرف چلی جاتی تھی، اور دوسری سڑک فوجی ائرپورٹ
پر۔ لیکن فوجی ائرپورٹ جانے والی سڑک کے شروع میں ہی چیک پوسٹ
تھی اور رکاوٹ لگی ہوئی تھی۔ وہاں مسلح گارڈز ہر وقت پہرہ دیتے
رہتے تھے اور بغیر اجازت کوئی بھی اندر نہیں داخل ہو سکتا۔ چنانچہ
اس طرف اندر جانے کے دو مسئلے تھے، یا تو جعلی کاغذات تیار کرا کے
یا پھر وہاں موجود گارڈز کو ختم کر دیا جاتا۔

لیکن دونوں ہی کام دیر طلب تھے، جعلی کاغذات کی چیکنگ ہو سکتی
تھی۔ اور اس طرح وہ کسی گڑبڑ میں پڑ سکتا تھا۔ اس لیے یہ کام غلط تھا
دوسرا کام ان گارڈز کا قتل تھا، لیکن یہ بھی خطرناک تھا۔

کیا ضروری تھا کہ وہاں صرف گارڈز ہوں۔ وہ وہاں داخل ہو کر
گڑبڑ نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں اگر اسے وہاں سے باہر آنا ہوتا تو
دوسری بات تھی، لیکن انہیں قتل کر کے اندر جانا اور محفوظ رہنا
بے حد مشکل کام تھا، چنانچہ اس نے تیسری ہی راہ سوچی تھی اور
اسی پر عمل کرنے جا رہا تھا۔ ویسے اس وقت تمام کام کی کامیابی
کی ذمہ داری اس کے آدمیوں پر تھی، اگر اس کے آدمی نے
اپنا کام ٹھیک طریقے سے انجام دے دیا تو انتھونی کامیاب ہو سکتا

تھا ۔ ورنہ اُسے ایک بھیانک موت کا شکار ہونا پڑتا ۔

کار دو شاخے کے قریب پہنچ رہی تھی ، اور پھر وہ اس راستے پر مڑ گئی ، جو عام ائرپورٹ کی طرف جاتا تھا ، لیکن اب اس کی رفتار سست ہو گئی تھی ۔

انتھونی کی نظر دائیں ہاتھ پر تھی ، جہاں وفادار تاروں کی باڑھ لگائی گئی تھی ، اس طرح یہ حصہ دو حصوں میں منقسم ہوتا تھا ۔

جوں جوں کار آگے بڑھ رہی تھی ، دونوں راستوں کا فاصلہ زیادہ ہوتا جا رہا تھا ، خاردار تاروں کی باڑھ کے بعد چھوٹے خوبصورت پودے لگے ہوئے تھے ، جن سے حد بندی کو خوب صورت بنانے کی کوشش کی گئی تھی ، پودوں کی حفاظت کے لیے ڈرم بھی لگے ہوتے تھے

انتھونی سست رفتاری سے چلتا رہا ، حالانکہ اُسے خطرہ تھا ، پروفیسر کی لڑکی نے پروفیسر کو اغوا ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا ، اور یقیناً اس نے پولیس کو اطلاع دے دی ہوگی ۔ اور ممکن ہے پولیس نے اس کا تعاقب شروع کر دیا ہو ، حالانکہ یہ بات تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس طرف اور کہاں گیا ہوگا ۔

لیکن

پولیس کی کئی کاروں میں سے کوئی بھولی بھٹکی کار اس طرف بھی آ سکتی تھی ۔ ظاہر ہے تمام کاروں کو اس کار کے بارے میں اطلاع دے

دی گئی ہوگی جو پروفیسر کی کار ہے ۔

دفعتاً انتھونی ایڈورڈ نے بریک لگا دیئے ۔ وہ دو شاخے سے تقریباً ڈھائی میل آگے نکل آیا تھا ۔ لیکن اس کی اکلوتی برقی آنکھ جو تاریکی میں بھی دن ہی کی طرح دیکھ سکتی تھی ، دائیں سمت خاردار تاروں پر جمی رہی اور اس کے بریک لگانے کی بھی ایک خاص وجہ تھی ۔

یہاں سے چند گز دور خاردار تار کافی بڑے حصے میں کاٹ دیئے گئے تھے اور اب ان میں اتنی جگہ پیدا ہو گئی تھی کہ کار وہاں سے بآسانی گذر سکے ۔

انتھونی نے کار بیک کی اور پھر اُسے خاردار تاروں کے اندر گھسیٹ دیا ، تھوڑی دیر کے بعد کار باہر نکل آئی ، لیکن انتھونی کو دوبارہ بریک لگانے پڑے ۔

تھوڑے فاصلے پر ایک سایہ دونوں ہاتھ اٹھائے اُسے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا ۔ بریک لگتے ہی وہ کار کی طرف دوڑ پڑا ۔

یہ انتھونی کا آدمی تھا ۔

انتھونی نے اُسے دیکھا اور بولا ۔

" کیا پوزیشن ہے ؟ "

" بالکل درست ہے جناب ، طیارہ مکمل طور پر تیار ہے ۔ اس کے قریب چار مکینک ہیں بس ان سے نمٹنا ہوگا ۔ "

" گڈ ، کتنی دور ہے ۔ ؟ "

"وہ سامنے نظر آ رہا ہے، میں چالاکی سے اُسے رن وے پر لے
آیا ہوں۔ ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی جناب"

"گڈ، ویری گڈ!"

انتھونی نے پُراطمینان انداز میں گردن ہلائی، اور کار کا دروازہ
کھول کر اُسے بیٹھنے کے لیے کہا۔

وہ شخص اندر آ بیٹھا تھا۔

"تم فوراً غائب ہونے کی کوشش کرنا اور پھر پہلے طیارے
سے فارایسٹ پہنچ جانا۔ میں فارایسٹ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"
انتھونی نے اپنے آدمی سے کہا۔

"بہتر جناب۔"
اُس شخص نے جواب دیا۔

کار طیارے کے پاس پہنچ کر رک گئی اور طیارے کے قریب
کھڑے ہوئے مکینک چونک کر اُسے دیکھنے لگے،
لیکن اُسی وقت کار سے گولیاں چلنے لگیں۔ پستول میں سائلنسر لگے
ہوئے تھے۔ اُس سے صرف مکینک کی چیخوں کی آواز سنائی دی۔
اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔

اور

پھر

انتھونی نے جلدی سے پروفیسر رازی کے بے ہوش جسم

کو کار سے باہر نکالا، اور پھر وہ اُسے لے کر طیارہ پر پہنچ گیا۔ یہ
ایک لڑاکا طیارہ تھا۔

انتھونی نے پروفیسر کو پچھلی نشست پر بٹھا دیا اور پھر اس
کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ کر اُسے نشست بیلٹ سے کس
دیا، اس کام سے فارغ ہونے کے بعد انتھونی کاک پٹ میں بیٹھ گیا
تھوڑی دیر کے بعد وہ رن وے پر دوڑنے لگا، اُس کا آدمی کار
لے کر دوسری سمت جا رہا تھا، اور ایئرپورٹ کی عمارت میں
روشنیاں ہو رہی تھیں۔

فارلیسٹ سرحد کے راڈار نے اس طیارے کو دیکھ لیا تھا اور فوری طور پر سائرن چیخ اٹھا، آج کل فضا سازگار نہ تھی اور طیارہ بھی ایک ایسی سمت سے آرہا تھا، جس سے یہ اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کوئی دشمن طیارہ ہوگا۔

تاہم وہ لڑاکا طیارہ تھا [illegible] سرحد کے محافظوں کا کام ہی یہی تھا کہ وہ اس سے باخبر رہیں۔ فوری طور پر ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا اور ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے یہی جواب ملا کہ نگرانی جاری رکھی جائے اور طیارے سے فوراً رابطہ قائم کیا جائے۔

طیارے سے رابطہ قائم کیا جانے لگا، لیکن طیارے سے کوئی جواب نہ ملا۔ چنانچہ فارلیسٹ کے دو طیارے فوری طور پر

فضا میں پہنچ گئے، اور اس طیارے سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

"ہیلو - ہیلو - تم کون ہو - اپنے بارے میں بتاؤ ورنہ ہم تمہیں دشمن سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے - ہیلو - ہیلو - فارلیسٹ کے ہوا باز وائرلیس پر کہہ رہے تھے — دفعتاً انہیں اپنے کانوں میں لگے ہیڈ فون پر آواز سنائی دی۔

"ہیلو — ہیلو، میں نے تمہاری آواز سن لی ہے۔ میں نیچے اترنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مجھے گائیڈ کرو۔"

"تم کون ہو؟"

"میں راستہ بھٹک کر ادھر آ نکلا ہوں، میں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا۔ مجھے نیچے اترنے میں مدد دو۔"

[illegible] ہیلو [illegible] کے حکم لگاتے رہو" ہوا بازوں نے کہا اور پھر وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر کے طیارے کے بارے میں بتانے لگے۔ اور انہیں حکم ملا کہ وہ اس طیارے کو فاتی پہ اتار لیں۔ ائیرپورٹ فاتی سرحد سے کچھ دور ایک چھوٹے سے شہر کا ائیرپورٹ تھا۔

طیارے کے ہوا باز اسے ہدایت دینے لگے اور اس طیارے کے دونوں طرف آ گئے۔ پھر فارلیسٹ کے ہوا بازوں نے اسے اطلاع دی کہ اب نیچے اترنا ہے۔ وہ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے ہیں۔

فارالیسٹ کے دونوں طیاروں نے غوطہ لگایا، لیکن طیارہ فضا میں بلند ہوگیا۔

بات حیرت انگیز تھی، فارالیسٹ کے ہوا باز چونک پڑے، انہوں نے جلدی سے اپنے طیارے سنبھالے اور وہ بھی اوپر اُٹھنے لگے۔

"ہیلو —! ہیلو —، یہ کیا حرکت ہے —؟ کیا تم بدعہدی کر رہے ہو —" ہوا بازوں نے کہا۔ لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"ہیلو —، ..... ہیلو —" فارالیسٹ کے ہوا باز اُسے وارننگ دینے لگے "اگر تم نے فوراً طیارہ نیچے نہ اتار لیا تو ہم تم حملہ کردیں گے"

لیکن دوسرے طیارے سے کوئی جواب نہ ملا، وہ بدستور فضا میں چکر لگا رہا تھا، فارالیسٹ کے ہوا بازوں نے کوئی چارہ کار نہ پا کر اُس پر حملہ کر دیا، لیکن دوسرے طیارے سے بھی مشین گن چل پڑی تھی، وہ خاصا ماہر ہوا باز معلوم ہوتا تھا اور نہایت مہارت سے حملہ کر رہا تھا۔

کوئی اور ہوتا تو شاید اب تک اس خطرناک طیارے کا نشانہ بن چکا ہوتا، لیکن اُس کا مقابلہ فارالیسٹ کے شاہینوں سے تھا لہذا وہ کامیاب نہ ہو سکا، ہاں جوابی حملے سے اُس کے طیارے سے بھورے دھوئیں کی ایک لکیر پھوٹ پڑی۔

فارالیسٹ کے شاہینوں کا پہلا ہی حملہ کامیاب ہوگیا تھا۔ اُس کا طیارہ انتہائی گہرائی میں چلا گیا۔ اور فارالیسٹ کے ہوابازوں کو بھی نیچے جھکنا پڑا۔

لیکن پھر وہ سنبھلا اور دوبارہ بلند ہونے لگا، فارالیسٹ کے ہوا باز دوبارہ اُس پر جھپٹے۔ دوسرے حملے میں دھواں اور بڑھ گیا تھا۔ اس بار وہ نظروں سے اُوجھل ہوگیا تھا —! پھر پہاڑوں کے درمیان روشنی کا ایک گولہ نظر آیا۔ طیارہ پہاڑیوں پر گر کر تباہ ہو گیا تھا۔

انتھونی کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔ اُس نے پیراشوٹ کمر سے کس لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس نے ایک ہاتھ سے طیارے کا کنٹرول سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے پروفیسر رازی کی بندشیں کھول دی تھیں۔ پھر اس نے ایک بندش پروفیسر کی کمر میں ڈال کر اسکی گرہ اپنی کمر سے باندھ لی تھی، اب پروفیسر اسی طرح سے اس کی کمر سے بندھا ہوا تھا، لیکن دونوں کا فاصلہ اب بھی برقرار تھا۔

پیراشوٹ نیچے اُترنے لگا۔ اور یہ دنیا کا خوفناک ترین کام تھا۔ پروفیسر رازی اسکی کمر سے لٹکا ہوا تھا۔ طیارہ کریش ہو چکا تھا اور اب وہ نہایت تیز رفتاری سے نیچے گر رہے تھے۔ پیراشوٹ ابھی تک نہیں کھلا تھا۔

لیکن چند منٹ کے بعد وہ کھل گیا۔ ان چند لمحوں میں انتھونی پر

جو کچھ گذری تھی وہی جانتا تھا، اُس کی کمر ٹوٹی جا رہی تھی۔ پروفیسر کا وزن اُسے کئی گنا زیادہ لگ رہا تھا، لیکن یہ بات اچھی تھی کہ وہ جس جگہ اُتر رہا تھا۔ وہ طیارے سے کافی دور تھی۔

وہ نیچے اُترتا گیا۔ اُسکی نظر اُوپر دونوں طیاروں کو بھی دیکھ رہی تھی پھر وہ اُسے نظر آگئے۔ شاید طیارے کی تباہی کے بعد وہ مطمئن ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کے پیروں نے زمین چھولی وہ کسی نرم سی چیز پر گرا تھا اور یہ دیکھ کر اُس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہ ایک خوبصورت پارک کا لان تھا۔ ایک طویل ترین لان، لان کے بارے میں اُسے اس طرح معلوم ہوا کہ اُس کے انتہائی سروں پر سفید رنگ کی سنگِ مرمر کی بنچیں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ بھی بہت اچھی بات ہے، اُس نے سوچا۔ اگر یہ پارک ہے تو یہاں آمدورفت بھی ہوگی، یہاں سے نکلنا زیادہ دِقّت طلب مسئلہ نہ ہوگا۔

اُس نے جلدی سے پیراشوٹ بیلٹیں کھولیں اور پروفیسر کو دیکھنے لگا پروفیسر ہوش میں آنے کے بعد دوبارہ بیہوش ہو چکا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے اتنی دیر بیہوش رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اُس نے پروفیسر کو کندھے پر اٹھایا اور تیز قدموں سے ایک طرف چل پڑا۔ اُس کے کانوں میں آرکسٹرا کی مدھم سی آواز آ رہی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ آواز کس طرف سے آ رہی ہے۔

پھر ایک طویل فاصلہ طے کر کے وہ پارک کے دوسری سمت نکل

آیا ۔ اب اُسے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے ۔ درمیان میں درخت تھے ، اور درختوں کے طرف ایک ہوٹل کی چار منزلہ خوبصورت عمارت نظر آرہی تھی ، ہوٹل کے ساتھ نائٹ کلب بھی تھا ۔ اس لیے رات کے آخری حصے میں بھی وہاں پروگرام جاری تھا ۔

انتھونی آگے بڑھتا رہا ، اس ہوٹل میں رُکنا کسی طرح درست نہیں تھا ۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ یہاں اُسکی شناخت باآسانی ہوسکتی ہے ۔ صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی طیارے کی تلاشی لیجائیگی اور انہیں معلوم ہوجائے گا کہ طیارے کا ہوا باز غائب ہے ، پیراشوٹ لان کے پارک میں ملے گا اور انہیں معلوم ہوجائیگا ۔ بعد میں وہ لوگ اطمینان سے ہوٹل پہنچ کر اُسے تلاش کرلیں گے ۔ اس لیے اُسے رات کے ان لمحات سے فائدہ اٹھانا ہوگا اور یہاں اُسے دور نکل جانا ہوگا ۔

وہ ہوٹل کے ایک حصے میں پہنچ گیا ، وہاں اُس نے پروفیسر رازی کو اتار کر زمین پر لٹادیا اور پھر اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا ۔ پروفیسر خود ہی ہوش میں آگیا تھا ۔ اُس نے آنکھیں کھولدیں اور متوحش نگاہوں سے انتھونی کو دیکھنے لگا ۔ انتھونی نے دوبارہ ایک ہاتھ پروفیسر کی گردن پر رسید کردیا اور پروفیسر بیہوش کرنے کے بعد اُس نے اطمینان سے اپنے لباس کا جائزہ لیا ۔ پھر وہ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوگیا اور ہوٹل کے پارکنگ لان میں پہنچ گیا ۔ یہاں بہت سی کاریں کھڑی تھیں ۔ اُس نے ایک کار کو ٹٹولا ، لیکن اُس کا دروازہ لاک تھا ۔

دوسری ، تیسری ، چوتھی ، پھر پانچویں کار سے کام بن گیا ۔ اُس کا مالک کوئی بہت بڑا رئیس زادہ معلوم ہوتا تھا ، اس نے نہ تو دروازے لاک کئے تھے ، اور نہ ہی اگنیشن سے چابی نکالنے کی کوشش کی تھی ۔

انتھونی کار میں بیٹھ گیا ، پھر اُس نے مسکراتے ہوئے کار اسٹارٹ کردی ، اور اس طرف چل پڑا ، جدھر وہ پروفیسر کو چھوڑ آیا تھا ، لیکن اچانک اُس کا منہ حیرت سے پھیل گیا ، پروفیسر اپنی جگہ سے غائب تھا ۔



وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اُسکی تاریکی میں بھی دن کی روشنی کی طرح دیکھنے والی آنکھ ایک ایک حصے کا جائزہ لے رہی تھی۔ لیکن پروفیسر رازی کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔

وہ دل ہی دل میں کھول رہا تھا۔ ذرا سی احتیاط نے تمام کام بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اُس کی تمام محنت برباد ہو کر رہ گئی تھی، لیکن وہ کمبخت کہاں چلا گیا۔

حالانکہ اُس نے ایسا ہاتھ رسید کیا تھا کہ اُس کا ہوش میں رہنا مشکل تھا لیکن ممکن ہے اُس سے غلطی ہو گئی ہو اور وہ کمبخت بہانہ بنا کر پڑ گیا ہو۔ جو کچھ بھی ہوا، بہت بُرا ہوا۔ انتھونی دانت پیسنے لگا۔

وہ پارک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک دوڑنے لگا۔ اُسے زیادہ دیر تو نہ لگی تھی۔ اتنی دیر میں پروفیسر کتنی دور جا سکتا ہے۔ ممکن

ہے وہ یہیں کہیں چھپ گیا ہو تاکہ جس وقت انتھونی اس سے مایوس ہو جائے۔ اُس وقت وہ آرام سے یہاں سے نکل کر چلا جائے۔ انتھونی ایک جگہ رُک گیا۔ وہ ایسی جگہوں کا اندازہ کر رہا تھا جہاں آسانی سے چھپا جا سکے۔ اِس سلسلے میں اُس نے چند جگہوں کا انتخاب کیا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ انتھونی کا غصّہ اس وقت انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اگر پروفیسر فوری طور پر اُسے نظر آ جاتا تو شاید وہ اُسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔ یہ اُس کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اُسے اس قدر محنت کرنے کے بعد آخری وقت میں ناکامی ہوئی تھی۔

ناکامی وہ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ باغ کا ایک ایک گوشہ تلاش کرنے کے بعد وہ مایوس ہو گیا۔ یقیناً پروفیسر رازی باغ میں نہیں رہا ہے اس نے سوچا اور ایک طرف چل پڑا۔

کار اُس نے وہیں چھوڑ دی۔ اُسے کرنا بھی کیا تھا، پروفیسر ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ ورنہ وہ اُسے لیکر اُسی وقت چل پڑتا۔ وہ ہوٹل پہنچ گیا لیکن اس بار دوسرے راستے کی طرف سے آیا تھا۔ یہ راستہ ہوٹل کے اندر کی طرف سے پارک میں آتا تھا اور پہلے راستے کی نسبت یہ آدھا بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پروفیسر کو یہ راستہ معلوم ہو گیا ہے تو اس کے علاوہ وہ کسی راستے سے اندر نہ آئیگا۔ انتھونی ہوٹل میں آ گیا۔

لیکن ایک بار پھر اُس نے اپنے آپ کا جائزہ لینا ضروری سمجھا۔ ممکن ہے اس کے لباس وغیرہ میں کوئی ایسی بات ہو جس سے

دوسرے اُس کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ حالانکہ چُست پتلون اور سیاہ جیکٹ بھی ایسے لباس تھے جو اس وقت ہوٹل میں کسی کے جسم پر نہ ہوں گے۔ بہرحال وہ اتنے غلط بھی نہیں تھے کہ انہیں استعمال ہی نہ کیا جائے۔

پھر وہ باتھ روم کی طرف چل دیا۔ راستے میں کئی ویٹرز وغیرہ اُسے نظر آئے۔ اُنہی میں سے ایک ویٹر سے اُس نے باتھ روم کا راستہ پوچھا تھا۔ باتھ روم میں پہنچ کر اُس نے اندر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور پھر آئینے میں اپنے لباس اور میک اَپ کا جائزہ لیا۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ وہ اطمینان سے باہر نکل آیا۔ سیاہ چشمہ حالانکہ رات کے استعمال کی چیز نہیں تھا۔ لیکن وہ تو مجبور تھا۔

سب سے پہلے وہ ہوٹل کے ایک ایک حصے میں رانی کو تلاش کرتا رہا اس کے بعد ہال میں نکل آیا۔ ہال میں بہت سی نگاہیں اُس طرف اُٹھ گئیں اُن میں حیرت کے تاثرات تھے۔

وہ لاپرواہی سے چلتا ہوا ایک میز کی طرف بڑھ گیا پھر بیٹھ کر اُس نے اطراف کا جائزہ لیا۔ ویٹر کے پہنچنے پر اُس نے کافی کا آرڈر دیا۔ ہوٹل کی رنگینیاں اختتام پر تھیں، اور رقص وغیرہ انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا۔ انتھونی کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔

آخر اُس نے بھی فیصلہ کر لیا کہ رات ہوٹل میں ہی گزاری جائے۔ اور رات بھر ہوٹل کے ہر ایک کمرے اور کونے کا جائزہ لیا جائے۔ رانی

اتنی رات گئے کہیں اور نہیں جا سکتا۔ وہ یقیناً اسی ہوٹل تک آیا ہوگا رات بھر میں ممکن ہے وہ نظر آئے۔ اور اگر رات کو بھی نہ ملا تو پھر دن کی روشنی میں کوئی دوسرا اقدام کیا جائے گا۔

انتھونی ہال میں بیٹھا رہا، رقص ختم ہو گیا اور لوگ واپس لوٹنے لگے انتھونی نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی، لیکن وہ ہوٹل سے باہر نہ گیا۔ بلکہ ہوٹل کے ایک سنسان حصے میں چھپ کر ہوٹل کے ویران ہو جانے کا انتظار کرنے لگا۔

دور کہیں گھڑی نے پانچ کا گھنٹہ بجایا اور وہ چونک پڑا۔ وہ کچھ اونگھ سا گیا تھا۔ لیکن گھنٹے کی آواز سُن کر وہ چونک پڑا۔

ہوٹل تقریباً بالکل سنسان ہو گیا۔ ویسے چونکہ یہ رات دن کا ہوٹل تھا۔ اس لیے رات کا عملہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ اور اپنے ضروری کاموں میں مصروف تھا۔

وہ ہوٹل کی پہلی منزل پر پہنچ گیا اور پھر وہ ایک ایک کمرے میں جھانکنے لگا، حالانکہ یہ کوشش احمقانہ تھی، لیکن اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔

وہ دیوانوں کے سے انداز میں ایک ایک کمرہ جھانکتا پھر رہا تھا۔ پھر دوسری اور پھر تیسری منزل کے کمرے میں اس نے دیکھ ڈالے اب اس کا دل مایوسی کی دلدل میں ڈوب رہا تھا۔ اُسے یہ کوشش ناکام ہی معلوم ہو رہی تھی۔ سورج کی آمد آمد تھی اور ہوٹل کا عملہ پھر اپنے کاموں میں

مشغول ہو گیا تھا۔ اس لیے اُسے اُن کی نگاہوں سے چھپنے میں بھی کافی دقت ہو رہی تھی۔ بہر حال مایوسانہ انداز میں وہ اوپر پہنچ گیا۔ یہ آخری منزل تھی، اُس نے یہاں بھی اپنا عمل دہرایا اور حتی الامکان کمروں میں جھانکتا رہا۔

اور پھر کمرہ نمبر دو سو چودہ کے کی ہول سے اندر جھانک کر وہ بُری طرح اُچھل پڑا۔ اُس کی محنت بار آور ہو گئی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ پروفیسر رازی ہی ہے۔ وہ ایک مسہری پر دراز تھا۔ معلوم نہیں سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا۔ بہر حال وہی تھا۔

اس کی تمام مایوسی خوشی سے بدل گئی اور رات بھر کی سخت تھکان کے باوجود وہ خود کو خوش و خرم محسوس کرنے لگا۔ اس نے پھر اندر جھانکا اور اُس کی نگاہ صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی پر پڑی۔

یہ کون ہے۔؟ اور رازی یہاں کیسے پہنچ گیا۔ ظاہر ہے اتنی رات گئے اُس نے کمرہ تو نہ لیا ہو گا۔ ممکن ہے یہ رازی کا کوئی شناسا ہو اب اُسے اس پر نگاہ رکھنی تھی۔ یہ کام بھی کافی مشکل تھا۔ کیونکہ فوری طور پر وہ کمرہ بھی نہ حاصل کر سکتا تھا۔ پھر اُس کے پاس تبدیلی کے لیے کوئی لباس بھی نہیں تھا۔

وہ وہاں سے پلٹ آیا۔ روم نمبر دو سو چودہ چوتھی منزل۔ بہر حال جائے گا کہاں، اُس نے سوچا، لیکن اب وہ آئندہ پروگرام پر غور کر رہا تھا۔ ویٹروں کی نظروں سے بچتا بچاتا وہ باہر نکل آیا۔ پھر وہ ہوٹل کے ایک

حصے کی طرف چل پڑا۔ اگر اس کے پاس لباس ہوتا تو وہ اُسے تبدیل کر لیتا۔ یہ لباس اُسے بہت سے لوگوں کی نگاہوں میں ملا سکتا تھا۔

پھر اُس کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی، اور اُس نے چٹکی بجائی۔ سب سے بڑا مسئلہ آنکھوں کا تھا۔ وہ بغیر چشمے کے بھی رہ سکتا تھا، بہر حال چشمہ بھی سہی، اُس نے سوچا، ایک طرف چل پڑا۔

اب وہ ہوٹل کے اسٹورز کے ایک حصے میں تھا۔ یہاں بھی کچھ لوگ کام کر رہے تھے۔ اُس نے ایک ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر جلدی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"براہ کرم تھوڑی سی تکلیف کرو۔"

"حکم جناب!"

"میرے ساتھ آؤ!"

اُس نے کہا، اور ویٹر اُس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ ایک بالکل سنسان حصے کی طرف جا رہا تھا جہاں گندے پانی کی نکاسی کے گٹر تھے۔ ویٹر کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ وہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ یہ شخص اُسے کہاں لے جا رہا ہے۔

ایک جگہ رُک کر انھوں نے چاروں طرف دیکھا، قرب و جوار میں کوئی اور موجود نہ تھا۔

"حکم جناب۔" ویٹر نے پوچھا۔

"ہوں!"

اُس نے ویٹر کی طرف دیکھا، اور پھر اچانک اُس کی گردن پکڑ لی۔ ویٹر کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن دوسرے لمحے اُس کا سانس گھٹنے لگا اور چند منٹ کے بعد اُس نے دم توڑ دیا۔ انتھونی نے خونخوار انداز میں سے چھوڑ دیا۔ اور پھر انتہائی پھرتی سے اس کا لباس اتارنے لگا۔ اُسے برہنہ کر کے اُس نے اس گٹر کا ڈھکن اٹھایا جو قریب ہی تھا اور ویٹر کو گٹر میں ٹھونس دیا تو ڈھکن بند کر کے اُس نے ڈھکن جھاڑتے اور اپنا لباس اتارنے لگا اور ویٹر کا لباس پہن لیا۔

اُس نے ایسے ویٹر کا انتخاب کیا تھا جو اُسکی جسامت کا تھا۔ اُس کا لباس اس کے جسم پر بالکل فٹ آیا تھا۔ اُس نے پر نگاہ ڈالی۔ کسی کی نگاہ اسانی سے اس کے لباس پہ نہیں پڑ سکتی تھی۔ پھر وہ مطمئن انداز میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

اب وہ بالکل ویٹر معلوم ہو رہا تھا، لیکن اُس کی آنکھوں پر لگا ہوا چشمہ اُسے دوسرے ویٹروں سے ممتاز کر رہا تھا۔ وہ اس چشمے سے نجات نہیں پا سکتا ہے۔

بہتر صورت اب وہ عام نگاہوں سے تو بچ سکتا تھا۔ صرف ہوٹل کے عملے سے تھوڑی سی احتیاط برتنی تھی، اُس نے سوچا اور چند منٹ کے بعد وہ عمارت میں داخل ہو گیا۔

چوتھی منزل کی ایک گیلری سے وہ کمرہ نمبر دو سو چودہ کی نگرانی کرنے لگا۔ وہاں قریب ہی ایک باتھ روم تھا۔ جو ضرورت کے وقت اُسے

چھپنے کا موقع دیتا تھا۔

ٹھیک دس بجے اُس نے کمرہ نمبر دو سو چودہ کھلتے ہوئے دیکھا اس میں سے دو آدمی باہر نکلے۔ ایک رازی تھا۔ اُس نے ایک قیمتی سوٹ پہنا ہوا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ اُس کا اپنا سوٹ نہیں تھا۔ دوسرا ایک خوشرو اور اسمارٹ نوجوان تھا۔

انتھونی ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ نوجوان نے کمرے کو تالا لگایا اور پھر وہ لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ انتھونی نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ وہ زینوں کی طرف جا رہا تھا اور وہ نیچے اُتر گیا۔ وہ دونوں اُسے ڈائننگ ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوتے نظر آئے تھے۔

انتھونی کو احساس ہونے لگا کہ ویٹر کی وردی میں وہ بہت سے کام نہیں کر سکتا۔ مثلاً یہ کہ اگر وہ ویٹرس کی وردی میں نہ ہوتا تو اُن کے برابر کی سیٹ پہ بیٹھ سکتا تھا اور انکی گفتگو سننے کی کوشش کرتا۔

اُس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا اور پھر وہ واپس اوپر جا رہا تھا۔ اب اُسے کسی ایسے کمرے کی تلاش تھی۔ جہاں سے وہ ایک سوٹ چرا سکے!

وہ چاروں منزلوں پر گھومتا رہا۔ اور آخر اُسے ایک ایسا کمرہ مل ہی گیا۔ اُس کا مکین ابھی ابھی تالا لگا کر باہر نکلا تھا۔ اُس کی جسامت بھی برولین کے لگ بھگ تھی۔ اُس کو اگر یہاں سے سوٹ مل جائے تو کیا کہنا۔ اُس نے چاروں طرف دیکھا۔ اب ویٹر ہر لمحے کے بعد آ

جا رہے تھے۔ اس لیے اُسے کافی احتیاط سے کام کرنا تھا۔ نہ وہ کسی قسم کا رسک لینا چاہتا تھا۔ اُس نے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اپنا چشمہ اتار لیا۔ اُس کی خوفناک آنکھ تالے کے سوراخ پر جمی ہوئی تھی اور سوراخ سے ہلکا ہلکا دھواں اُٹھ رہا تھا۔

اور پھر وہ ہینڈل کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ تالا پگھل رہا تھا اندر سے دروازہ بند کر کے اُس نے ایک میز کھسکائی اور دروازے کے ساتھ لگا دی اور پھر تیزی سے الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کھول کر اُس نے اس میں لٹکے ہوئے سوٹوں کو دیکھا اور اُس میں سے ایک سوٹ منتخب کر کے نکال لیا۔

پھر اُس نے کمرے میں ہی سوٹ پہنا، ٹائی باندھی اور آئینے میں جائزہ لے کر ویٹر کے کپڑے باندھنے لگا۔ اُسے ان کپڑوں سے بھی نجات حاصل کرنا تھی جو ایک انسان کی جان لے کر حاصل کیے گئے تھے۔ ان کپڑوں کو اُسی کمرے میں مسہری کے نیچے ٹھونس دیا اور پھر آہستہ سے باہر نکل آیا، لیکن کسی خیال کے تحت وہ دوبارہ اندر آگیا اور مزید سامان کی تلاشی لینے لگا۔

اور پھر
ایک سوٹ کیس میں اُسے مقامی کرنسی خاصی مقدار میں مل گئی اور اُس نے اُسے جیب میں رکھا۔

پھر دوبارہ باہر آگیا۔

اور اب وہ اطمینان سے لفٹ کی طرف جا رہا تھا، لفٹ نے اُسے نیچے چھوڑ دیا۔ لیکن ابھی وہ ڈائننگ ہال میں داخل بھی نہ ہوا تھا کہ اُسے پولیس کے سپاہی اور کچھ آفیسرز ڈائننگ ہال کی طرف آتے نظر آئے اور اُس نے فوراً رُخ بدل دیا۔ وہ ایک دوسری طرف میں لاپرواہی سے اس طرح مڑ گیا کہ کوئی محسوس بھی نہ کر سکے۔
لیکن پولیس کو دیکھ کر اُس کا ماتھا ٹھنک گیا تھا۔



بوڑھا عجیب سی نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہا تھا

بہرحال عمران کے ایما پر وہ اس کے ساتھ چل دیا اور تھوڑی دیر کے بعد عمران اُسے کوئین لے آیا، کوئین میں اس کا کمرہ چوتھی منزل پر تھا۔ بوڑھے نے ایک کرسی پر بیٹھ کر گہری سانس لی تب عمران نے کہا۔

"اب آپ مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دیں۔ اسکے بجائے کہ ہمارے درمیان اجنبیت رہے ہمیں ایک دوسرے سے مکمل طور پر واقفیت حاصل ہو جانی چاہیئے۔ میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ میں آپ کا ہمدرد ہوں اور آپ مجھے اتفاقیہ طور پر مل گئے ہیں۔"

بوڑھا گردن ہلانے لگا پھر بولا۔ "خدا جانے، بہرحال میرا نام پروفیسر منظور رازی ہے۔ میں اٹامک انرجی کمیشن کا چیف آفیسر ہوں۔ شاید تم نے کبھی میرا نام سنا ہو۔"

"کیوں نہیں، پڑوسی ملک میں ایک ہی تو مسلمان سائنسدان ہے جسے وہ ملک اتنا بڑا اعزاز دینے پر مجبور رہے۔"

"ہاں، میں وہی ہوں۔ مجھے میری کوٹھی سے اغوا کیا گیا۔ اُس نے مجھے بیہوش کر لیا تھا اور اس کے بعد مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ میں کہاں ہوں۔ ہاں تھوڑی دیر کے لیے ہوش آیا تھا اور خود کو میں نے نرم گداز پر پڑے پایا تھا۔ لیکن پھر۔ پھر۔ دوسری بار ہوش آیا تو تمہارے سامنے تھا۔ میں نے جو شکل دیکھی وہ عجیب تھی۔ وہ تم نہیں تھے۔ میرے خدا میری بچی۔ نہ جانے میری غیر موجودگی میں اس کی کیا کیفیت ہوگی۔"

پروفیسر نے سر پکڑ لیا۔

"آپ کی کہانی میرے لیے بھی عجیب ہے پروفیسر! بہرحال وہ آپکو مس کر چکا ہے۔ یہاں تک وہ آپکو کس طرح لایا اس کے بارے میں اندازہ ہو جائے گا لیکن آپ فکرمند نہ ہوں۔"

"پتہ نہیں میرے ذہن میں کچھ مٹے مٹے نقوش اجاگر ہو رہے ہیں، خواب کی سی باتیں ہیں ان کی حقیقت خدا جانے!"

"طیارہ، پیراشوٹ ۔۔۔ آہ مجھے اپنی کمر میں گرہ بندھی محسوس ہوئی تھی نہ جانے یہ کب کی بات ہے۔"

"اوہ!"

عمران نے گہری سانس لی، حالات کس حد تک اس کی سمجھ میں آتے جا رہے تھے۔ اس کے باوجود ایک ناقابلِ تحقیق سی کیفیت تھی۔

پھر اُس نے کہا۔ آپ آرام کریں، سونے کی کوشش کریں اور اس اطمینان کے ساتھ کہ آپ کو کوئی مزید تکلیف نہیں پہنچے گی۔

اگر تم سچے ہو تو میں تمہارا شکر گذار ہوں، تم بھی آرام کرو۔

"آپ آرام سے سو جائیں میری فکر نہ کریں۔ عمران نے کہا اور خود ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

بوڑھا تھکاوٹ کی وجہ سے سو گیا تھا۔ لیکن عمران جاگتا رہا۔ اس کے ذہن میں متضاد خیالات تھے۔ اگر بوڑھا مخبوط الحواس نہیں ہے تو یہ بڑی سنسنی خیز بات ہے کہ پڑوسی ملک کا اتنا بڑا اہم آدمی ان حالات میں یہاں پہنچ گیا تھا۔

اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کہانی تفریح سے شروع ہوئی تھی، لیکن بہرحال کہانی بن گئی تھی۔ پروفیسر منظور رازی کا اس طرح مل جانا معمولی بات نہیں تھی۔

دوسری صبح بوڑھا کسی قدر پُرسکون تھا۔ اس نے غسل کیا۔ عمران کا سوٹ اُسے فٹ آگیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ گفتگو کرتے رہے۔ پھر عمران اُسے مزید یقین دلانے کے لیے ناشتے کے لیے ڈائننگ ہال میں لے آیا

ابھی وہ ناشتہ کر رہے تھے کہ پولیس کے چند افسر ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے اور عمران چونک پڑا۔ پولیس آفیسر وہاں موجود لوگوں کا جائزہ لیتے رہے تھے پھر وہ باہر نکل آئے۔ پولیس کی آمد بے مقصد نہیں تھی۔ ہال میں بیٹھے لوگ اس کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

عمران نے ایک اسٹیورڈ کو بلا کر پولیس کی آمد کے بارے میں پوچھا۔

"اوہ سر! پولیس صبح سے ہوٹل میں موجود ہے۔ پارک میں ایک پیراشوٹ ملا ہے کسی غیر ملکی جاسوس کو یہاں اُتارا گیا ہے اس کی تلاش جاری ہے۔

بوڑھے کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اسٹیورڈ کے جانے کے بعد وہ بولا۔ "خدا کی قسم، اس طرح میرے بیان کی تصدیق ہوگئی ہے۔ نوجوان میں تمہارا بے حد شکر گذار ہوں۔ میری مدد کرو مجھے اپنے ملک کے دفترِ خارجہ پہنچا دو اگر تم مجھے دُشمنوں سے بچا کر وہاں تک پہنچا دو گے تو میں تمہارا بے حد شکر گذار ہوں گا۔

"آپ مطمئن رہیں۔ میں پہلی فلائٹ سے آپ کو دارالحکومت لے جاؤں گا اور پھر آپ کی مرضی کے مطابق سارے انتظامات کردیئے جائیں گے۔

بوڑھا شکر گذار نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا! عمران اُسے تسلی دیتا رہا۔ پھر دفعتاً اُس نے صفدر اور جولیا کو دیکھا۔ چونکہ وہ میک اپ میں تھا۔ اس لیے وہ اُسے نہ پہچان سکے۔ لیکن عمران کو اب اُنکی ضرورت پیش آگئی تھی چنانچہ بوڑھے سے ایک منٹ کے لیے معذرت کر کے وہ اُٹھ گیا۔

صفدر اور جولیا نے حیرت سے اس اجنبی کو دیکھا تھا جو بے تکلفی سے اُن کے پاس آبیٹھا تھا۔

قصّہ مختصر۔ خادم کو علی عمران کہتے ہیں۔ عمران نے کہا اور پھر جلدی سے بولا۔ چونکنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جس کام سے ہم لوگوں کو یہاں بھیجا گیا تھا وہ مکمل ہو گیا ہے۔

اور اب ہمیں فوراً واپس جانا ہے۔ میں کمرہ نمبر دو سو چودہ میں بدل

اور یہ شخص میرے ساتھ ہے جو نیلے سوٹ میں ملبوس ہے۔ صفدر تم ائرپورٹ
جاکر آج کی پہلی فلائٹ سے سیٹ بک کرالو اور جولیا تم اس کی نگرانی
کرو یہ خطرے میں ہے۔

دونوں سنسنی خیز نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہے تھے۔

پھر صفدر نے کہا۔

"معاملہ کیا ہے؟

"یہ ایکسٹو کا خالو زاد سسر ہے۔ بس اس سے زیادہ مجھے
کچھ نہیں معلوم۔

"تم وقت ضائع کر رہے ہو صفدر۔ عمران سے کبھی کچھ معلوم ہو سکا ہے
جولیا نے بھناتے ہوئے لہجے میں کہا

"ابے تم سے زیادہ جولیا سمجھدار ہے۔ بس شاباش اٹھ جاؤ۔ عمران نے
کہا اور خود بھی اٹھ گیا۔

"ایک منٹ" جولیا نے کہا

"ہوں کہو۔

"میں نے یہاں کیپٹن فیاض کو بھی دیکھا ہے۔

"بڑی خوشی ہوئی یہ سنکر۔ عمران نے دانت نکالے

"وہ تمہاری تلاش میں ہے۔

"میری منگنی کرنا چاہتا ہے"
عمران شرماتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟

"منگنی کی حد تک تو کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن پھر نکاح بھی ہوگا اور
اس کے بعد خدا کی پناہ۔

"شادی ہوگئی ہے تم سے" جولیا جھلا کر بولی۔

"ہونی ہی چاہیئے۔ میں زندگی میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔

"میں اسے تمہارے بارے میں اطلاع دے دوں گی۔

"ارے جولیا --! اس کے بعد ایکسٹو کو جواب دہی خود کرلینا" عمران
نے کہا اور واپس پروفیسر رازی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ راھــــداری سے سیدھا چلا گیا، پولیس کو دیکھ کر اُسے حیرت
نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو سو فیصدی ممکن تھا، لیکن وہ یہ معلوم کرنے کے لیے بےچین
تھا کہ پولیس یہاں کیوں آئی ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ عام طور سے وہ لوگوں کی نگاہوں
سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اُسے معلوم ہوا کہ پولیس واپس چلی گئی ہے
تو اُس نے ایک اطمینان کی سانس لی، اور پھر کسی خیال کے تحت وہ
کاؤنٹر مینجر کی طرف چل دیا۔

کاؤنٹر مینجر ایک خوبصورت سی لڑکی تھی، جس نے اُس کی شخصیت
کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ جسمانی طور پر وہ بہت تندرست اور سڈول
تھا۔ آنکھوں پر لگے ہوئے سیاہ چشمے نے اُس کی آنکھوں کو چھپانے
کے علاوہ شخصیت کو بھی دلکش بنا دیا تھا۔

"یس پلیز!" لڑکی نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔
"مس۔" وہ سوالیہ انداز میں رُک گیا۔
"شیریں۔" لڑکی نے بتایا۔
"شکریہ مس شیریں۔ میں آپ کو کچھ تکلیف دوں گا۔"
"ضرور۔" وہ مستعدی سے بولی۔
"مجھے ایک آدمی کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔"
"حکم۔"
"وہ چوتھی منزل کے کمرہ ۲۱۴ میں مقیم ہے۔"
"اوہ! ایک منٹ۔"
لڑکی نے کہا اور جلدی سے رجسٹر کھول کر دیکھنے لگی، پھر بولی۔
"مسٹر تیموری۔ دارالحکومت سے آئے ہیں بغرض تفریح۔"
"اکیلے ہی؟"
"ہاں!"
"شکریہ!"
"اور کوئی حکم!"
"نہیں شکریہ!"
"میرا فرض ہے جناب!" لڑکی نے کہا۔
"کیا پولیس آپ کا بیان لے چکی ہے؟" انھوں نے چالاکی سے پوچھا۔
"میرا بیان! جی ہاں۔ پولیس نے صرف یہ معلوم کیا تھا کہ رات کو کسی نے

یہاں کوئی کمرہ حاصل کیا ہے یا نہیں۔؟

"ظاہر ہے آپ نے نفی میں جواب دیا ہوگا۔

"جی ہاں، کیوں؟ لڑکی نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میرا مطلب ہے جب کسی نے لیا ہی نہیں تو آپ نفی ہی کریں گی۔ بہرحال کیا آپکو معلوم ہے کہ پولیس یہاں کیوں آئی تھی۔

"جی ہاں: سب کو معلوم ہے۔ پارک میں ایک پیراشوٹ پایا گیا ہے۔ خیال ہے کہ یہاں کوئی غیر ملکی اُترا ہے۔ منیجر نے ہی پولیس کو فون کیا تھا اور وہ یہاں پہنچ گئی۔

"اوہ! آپ کو سب معلوم ہے۔

"لیکن جناب آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔

"اپنے تک محدود رکھو حسین لڑکی۔

"ضرور۔"

"میں بھی خفیہ پولیس کا آدمی ہوں اور اُن لوگوں کو تلاش کر رہا ہوں جو پیراشوٹ سے یہاں اُترے ہیں۔

"اوہ۔ تب تو مجھے خوشی ہے کہ میں نے پولیس کی مدد کی میرے لائق اور کوئی خدمت جناب۔" لڑکی نے کہا۔

"نہیں شکریہ۔ بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے یا میری گفتگو کے بارے میں کسی تیسرے کو پتہ نہ چل سکے ورنہ مجھے اپنے کام میں بڑی دقت ہو جائیگی۔

"اوہ! آپ مطمئن رہیں۔

"شکریہ! انتھونی وہاں سے پلٹ گیا۔ کمرہ نمبر ۲۱۴ کے مکین کے بارے میں زیادہ معلوم نہ ہو سکا۔ اور یہ بات کچھ اچھی نہ تھی۔ بہرحال شام تک اُس پر نگاہ رکھی جائے اور شام کے بعد اُسے قتل کر کے پروفیسر کو پھر اغوا کرے گا۔ لیکن اس کے علاوہ اُس نے گردن ہلائی۔ ان لوگوں کو کسی قیمت پر نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ وہ اسی فیصلے کے تحت آگے بڑھ گیا۔

بلا وجہ کام بڑھ گیا تھا۔ صرف ایک ذرا سی غلطی ہو گئی اور سب کچھ ٹھپ ہو گیا۔ ورنہ وہ انتہائی کامیابی سے پروفیسر کو نکال لایا تھا۔ اُس نے پیراشوٹ سے اُسے اُتارنے میں کتنی تکلیف اٹھائی تھی۔

لیکن ذرا سی۔ صرف ذرا سی غلطی۔

وہ دانت پیسنے لگا۔ اُس نے اندازہ لگایا کہ پروفیسر اُس وقت بیہوش نہیں ہوا تھا۔ جب اُس نے اس کی گردن پہ ہاتھ رسید کیا اس کے ہٹتے ہی وہاں سے پروفیسر اُٹھ کر ہوٹل میں گھس گیا اور پھر اتفاقیہ طور پہ اُس نے اُس آدمی کے پاس پناہ لے لی۔

انتھونی چاروں طرف مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر اس نے ڈائننگ ہال میں پروفیسر کو اُسی شخص کے ساتھ دیکھا۔ اُس نے ایک ایسی میز منتخب کی جہاں سے وہ اُنکی گفتگو سُن سکتا تھا۔ پھر وہ اُنکی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔

"میں دارالحکومت پہنچ کر فوراً ہی اپنی بیٹی کو تار دوں گا۔ ورنہ وہ میری وجہ سے رو رو کر مر جائیگی۔ میری ایک ہی بچی ہے اور میرے علاوہ اس کا اور کوئی سہارا بھی نہیں۔"

"ضرور پروفیسر! مجھے یقین ہے کہ یہاں کی حکومت آپ کو پوری عزت سے خوش آمدید کہے گی۔ اور آپکی تمام پریشانیاں دور کر دے گی۔"

"جس وقت وہ مجھے یہاں لایا تھا۔ وہ جاگ گئی تھی اور وہ میرے قریب پہنچ گئی تھی، لیکن اس نے اُسے بھی دھکا دیا۔ لازماً میری بچی نے پولیس کو فون کر دیا ہوگا۔ اور وہاں میری گمشدگی کی اطلاع مل گئی ہوگی۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا آپ فکر نہ کریں۔ ہم بہت جلد دارالحکومت روانہ ہو جائیں گے۔" نوجوان نے کہا۔ پروفیسر خاموش ہوگیا۔

لیکن انتھونی کے لیے یہ سنسنی خیز انکشاف تھا کہ وہ لوگ یہاں سے جا رہے ہیں دارالحکومت۔ افوہ، یہ تو بڑی گڑبڑ ہوگئی۔ ایسی شکل میں خود اُسے بڑی دشواریاں پیش آسکتی تھیں۔ اب وقت ضائع کرنا خطرناک ہے۔ وہ خود بھی دارالحکومت روانہ ہو جانا چاہتا تھا اور وہاں پہنچ کر اُسے فوری طور پر پروفیسر پر ہاتھ ڈال دینا تھا۔ ورنہ اگر وہ اس میں ناکام ہو جاتا تو زندگی میں پہلی بار اس کا مشن ناکام رہتا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اُسے اس طیارے سے سیٹ بک کرانے کے علاوہ اپنا میک اپ بھی تبدیل کرنا تھا اور یہ اس وقت تک نہ ہو سکتا تھا جب تک وہ بازار نہ جائے باہر نکل کر اس نے ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اس نے ڈرائیور سے ائرپورٹ چلنے کو کہا تھا۔

راستے بھر وہ بالکل چوکنا رہا اُسے سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ طیارے کی تباہی کے بعد اب اس کے فرار کا راز کھل گیا ہے۔ پیراشوٹ

بھی ان لوگوں کو مل گیا ہے۔ اس لیے وہ سمجھ جائیں گے کہ وہ یہاں پہنچ گیا ہے۔ پھر اس کے بعد خطرہ ہی خطرہ تھا۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے دوڑتی رہی۔ اس نے پرس نکال کر رقم کا جائزہ لیا۔ یقیناً وہ ایک اچھی رقم تھی۔ اور اس سے کافی کام لیا جا سکتا تھا۔ ٹیکسی ائرپورٹ پہنچ گئی اس نے اتر کر بل ادا کیا اور ائرپورٹ میں داخل ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ دارالحکومت کے لیے ایک سیٹ اور بک ہو گئی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ وہاں سے چل پڑا۔ اس بار اُس نے ایک دوسری ٹیکسی لے لی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور چلتا رہا اور وہ اُسے ہدایات دیتا رہا۔ پھر اپنے مطلب کی جگہ اس نے ٹیکسی رکوالی۔ یہ ایک بازار تھا۔ پھر وہ ایک بڑے اسٹور میں داخل ہو کر سامان دیکھنے لگا۔ اُس نے ایک خوبصورت چرمی بیگ کیس پسند کیا اور کچھ ریڈی میڈ سوٹ بھی خریدے ایک سوٹ اس نے وہیں پہن لیا۔

بڑا گاہک تھا اس لیے اسٹور والے اُسے کافی عمدگی سے ڈیل کر رہے تھے اس کا سامان سوٹ کیس میں رکھ دیا گیا۔ اور وہ بل ادا کر کے چل پڑا۔

ایک دوسرے اسٹور سے اس نے میک اپ کے سلسلے میں استعمال ہونے والا سامان خریدا اور پھر وہاں سے بھی چل پڑا۔ اب اُسے کسی ایسی سنسان جگہ کی تلاش تھی جہاں وہ اپنا میک اپ تبدیل کر سکے

اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گیا۔ اس نے ٹیکسی کو ائرپورٹ چلنے کا حکم دیا۔ اور پھر وہ ائرپورٹ پہنچ گیا۔

ائرپورٹ کے کلوک روم میں اُس نے اپنے ٹکٹ کے حوالے سے اپنا سامان جمع کر دیا اور وہاں سے نکل آیا۔ پھر ائرپورٹ کے ایک باتھ روم میں داخل ہو کر اُس نے میک اپ کا سامان نکال لیا۔ اُس نے پرانا میک اپ اتار دیا۔ اور اس کی بھیانک شکل سامنے آگئی۔ اس نے خود اپنی شکل دیکھی تو اُس کا دل بجھ سا گیا۔ اور اُسی وقت ایک آواز اُس کے کانوں میں گونجی۔

"انتھونی!"

اس کا تنفس تیز ہونے لگا۔ یہ وہی منحوس آواز تھی جس نے اس سے اس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔

"انتھونی۔"

"بکومت!" وہ چیخا اور پھر جلدی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا، اس کی آواز باہر بھی جا سکتی تھی۔

"کیا دیکھ رہے ہو انتھونی! یہ تمہاری اصل شکل ہے بالکل اصل شکل اس حسن پر تم نے مجھے برباد کیا تھا نا۔" انتھونی کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آئے تھے۔ لیکن اس وقت کوئی کمزوری اس کا حسن برباد کر سکتا تھا۔ اس نے اپنا ذہن بانٹ دیا اور پھر جلدی جلدی اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔

سائیکا کی آواز پھر نہ سنائی دی تھی۔ لیکن وہ کافی دیر تک مضطرب رہا۔ وہ اپنے چہرے کی مرمت کرتا رہا اور اب وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اُس کی ٹھوڑی پہ چھوٹی سی داڑھی بھی نظر آ رہی تھی اور یہ میک اپ بہت شاندار تھا۔

پھر وہ وہاں سے باہر نکل آیا۔

اب اُس کی شخصیت ہی تبدیل ہو گئی۔ پروفیسر کیا اچھے اچھے اُسے نہیں پہچان سکتے تھے۔ ہاں صرف سیاہ چشمہ ایسا تھا جسے لگائے رکھنے کے لیے وہ مجبور تھا۔

ویٹنگ روم سے ٹہلتا ہوا وہ باہر نکل آیا اور ایک بار پھر اُسی کی ٹیکسی کوئن کی طرف دوڑ رہی تھی۔

فیاض کیساتھ زیادتی ہو گئی تھی اُسے بے یارو مددگار چھوڑ کر جانا پڑ رہا تھا، لیکن مجبوری تھی۔ پروفیسر کو دارالحکومت لیجانا بیحد ضروری تھا بہرحال وہ طیارے میں داخل ہو گئے۔ پروفیسر نے ایک ایسے شخص کی نشاندہی کی تھی جو سیاہ چشمہ لگائے رکھتا تھا۔

اور اس وقت طیارے میں ایک ایسا شخص موجود تھا اس کے چہرے پر چھوٹی سی داڑھی تھی۔ بہرحال عمران کو یقین تھا۔ کہ پروفیسر کو یہاں تک لانیوالے اس سے غافل نہ ہونگے۔ بعد کی معلومات سے اُس نے صورتحال کا کسی حد تک اندازہ لگا لیا تھا۔ بعد کے واقعات اُس نے اپنی کوشش سے معلوم کر لیے تھے کہ کسی طرح ایک طیارہ غیر قانونی طور پہ سرحد میں داخل ہوا اور اُسے مار گرایا تھا لیکن طیارے کے ملبے سے ہوا باز کی لاش نہیں مل سکی۔ عمران نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہوا باز بھی بچ گیا ہے۔

بہرحال اب رازی کی حفاظت اُس کا فرض بن گئی تھی۔ پورے طیارے کا جائزہ لینے کے بعد صرف یہی شخص السیارہ جاتا تھا، جس پر شبہ کیا جاسکتا تھا۔ عمران نے ایک کاغذ پر صفدر کے لیے ہدایت لکھی اور پھر باتھ روم جانے کے بہانے اپنی جگہ سے اٹھا اور صفدر کو وہ چٹ دیدی جس پر اُس نے صفدر کو ہدایت کی تھی کہ وہ اس داڑھی والے شخص پر کڑی نگرانی رکھے اور دارالحکومت پہنچ کر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑے۔ جب وہ باتھ روم سے واپس آیا تو صفدر نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلادی تھی۔

بہرحال طیارہ دارالحکومت پہنچ گیا اور عمران ایک ٹیکسی سے پروفیسر رازی کو رانا پیلس لے آیا۔

رانا پیلس میں اُس نے بلیک زیرو اور جوزف کو خصوصی ہدایات دی تھیں اور اس کے بعد اُس نے وہیں پر سر سلطان سے رابطہ قائم کیا۔ سر سلطان کو اُس نے ساری صورت حال بتادی تھی۔ تب سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولے۔

"اوہ عمران وزارتِ داخلہ کو اس سلسلے میں پڑوسی ملک سے کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ پروفیسر رازی کو اغوا کر لیا گیا ہے، اور اغوا کرنے والے نے ایک فوجی طیارہ اغوا کر کے وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کے علاوہ عمران شاداب گڑھ کے اطراف میں جو سرحدی علاقہ ہے۔ وہاں سے اس طیارے کے گر کر تباہ ہونے کی اطلاع بھی ہمیں موصول ہوئی ہے۔ اور ہدایت کر دی گئی ہے کہ طیارے کے

ہوا باز کر تلاش کیا جائے۔ میں نے تمہیں کال کرنے کی کوشش کی لیکن تم
سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔
"بہرطور منظور رازی میرے قبضے میں ہے۔ اب آپ فرمائیے کہ
اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔"
جس طرح تم مناسب سمجھو۔ بہرصورت محکمہ داخلہ منظور رازی کو اپنی
تحویل میں لینا چاہتا ہے تاکہ ہم اس معزز شخص کو باآسانی اور باحفاظت اس
کے ملک پہنچا سکیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔
"بہتر، تو میں پروفیسر کو کہاں پہنچا دوں۔"
اگر انتظامات ہونے تک تم انہیں اپنی تحویل میں رکھنا چاہو تو رکھ سکتے
ہو۔ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"
"بہتر جناب! لیکن جو شخص پروفیسر کو یہاں تک لے کر آیا ہے اس
کے بارے کچھ سنسنی خیز اطلاعات ہیں میرے پاس، وہ کچھ خصوصی قوتوں کا
مالک ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ پروفیسر کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ عمران
نے کہا۔
"ٹھیک ہے تو پھر میں انتظام کیئے دیتا ہوں۔ تم رانا پیلس کے باہر
ملٹری کا پہرہ لگوا دو، یا اگر مناسب نہ سمجھو تو پھر کسی نہ کسی طرح انہیں لے
کر میرے پاس پہنچ جاؤ۔"
"میرے خیال میں ... یہ دوسرا کام کیئے دیتا ہوں۔ رانا پیلس کو میں
کسی کی نگاہوں میں نہیں لانا چاہتا۔ عمران نے جواب دیا اور سر سلطان اس

بات سے متفق ہو گئے۔
بہرطور اس کے بعد عمران نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا تھا۔
پروفیسر منظور رازی کے چہرے پر الیکٹرک وائرمین کا میک اپ کر دیا۔
انہیں اسی کی وردی پہنائی گئی، اور تھوڑی دیر کے بعد عمران کی ہدایت پر
نادر، نعمانی اور چوہان الیکٹرک کا کام کرنے والی ایک گاڑی پر رانا پیلس
پہنچ گئے۔ ان تینوں نے الیکٹرک پول پر چڑھ کر وائرنگ کی چیکنگ شروع
کر دی تھی۔
لیکن اس کے بعد نعمانی رانا پیلس میں آ گیا اور واپس جانے والوں
میں پروفیسر رازی کو شامل کر دیا گیا۔ اس طرح پروفیسر کو یہاں سے نکال
کر باحفاظت سر سلطان کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔
اس کے بعد عمران نے صفدر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی
لیکن رابطہ قائم نہ ہو سکا۔
شام کو صفدر نے خود ہی عمران سے رابطہ قائم کیا، عمران رانا پیلس
ہی پہنچا تھا۔
"ہیلو ..." صفدر نے کہا اور عمران اس کی آواز سن کر اسے
پہچان گیا اور بولا۔
میں نے تمہیں رنگ کیا تھا صفدر، تم موجود نہیں تھے۔"
"ہاں، میں کہیں گیا ہوا تھا۔ لیکن میں نے کئی جگہ آپ کو تلاش کیا عمران صاحب!
بمشکل مجھے جولیا نے یہ نمبر دیا ہے۔"

"او. گڈ! کیا رپورٹ ہے۔"

"آپ کا خیال درست نکلا۔ وہ شخص آپ کے تعاقب میں تھا اور اس عمارت تک آپ کے پیچھے گیا جو رانا پیلس کہلاتی ہے۔ ایک گھنٹے تک وہ عمارت کے گرد چکر اتارہا۔ پھر وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک پارک میں داخل ہو کر اس نے اپنا میک اپ اتار دیا۔ وہ ایک بدصورت شخص ہے جس کا چہرہ جھلسا ہوا ہے۔ اس شکل میں اس نے پارک سے باہر آ کر ایک ٹیکسی سے سفر کیا اور کافی دیر تک وہ ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر وہ ہوٹل لیکارڈ کے روم نمبر ۲۰ میں گیا۔ یہ روم اس نے حاصل کیا تھا۔ میں نے اپنی مدد کے لیے تنویر اور صدیقی کو بلا لیا تھا۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی۔ بائیس نمبر میں ہی کچھ ہوا تھا۔ میں نے اس شخص کو بائیس نمبر سے نکلتے دیکھا۔ لیکن اب اس کے چہرے پر دوسرا میک اپ تھا۔ البتہ چشمہ اس کی آنکھوں پر لگا ہوا تھا۔ چند بیروں نے اسے روکنے کی کوشش کی تو اس نے چشمہ اتار دیا اور پھر میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ اس کی ایک آنکھ سے شعاع نکلتی ہے اور سامنے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس نے تین خون کیے اور نکل بھاگا۔ ہوٹل میں ایسی افراتفری پھیل گئی کہ ہم اس کا تعاقب جاری نہ رکھ سکے۔"

"اور وہ تمہاری نگاہوں سے اوجھل گیا۔"

"جی۔"

"بس یا اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا ہے۔"

"اوہ، آپ یقین کریں۔" صفدر نے ہکلاتے ہوئے انداز میں کہا اور عمران نے فون بند کر دیا۔ وہ درحقیقت جھلا گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ اس صورتحال پر غور کرتا رہا۔ صفدر کی اطلاعات حیرت انگیز تھیں۔ ان سے پروفیسر کے بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔

عمران نے بلیک زیرو کو ہوٹل لیکارڈ کے ہوٹل کے ہنگامے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ کر دیا اور تقریباً ایک گھنٹے کے بعد بلیک زیرو نے تفصیل سنائی۔ اس خوفناک آدمی کو ایک ویٹر نے دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد ہی ہنگامہ شروع ہوا۔ اور پانچ افراد اسکی خطرناک آنکھ سے ہلاک ہو گئے۔ عمران ایک گہری سانس لیکر کچھ سوچنے لگا۔ پروفیسر رازی تو محفوظ ہاتھوں میں پہنچ گیا تھا لیکن عمران اس شخص کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ بڑے غور و خوض کے بعد اس نے ایک پروگرام ترتیب دے لیا۔ یہ اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ کوئی غیر ملکی اس طرح اس کے ملک میں داخل ہو کر صاف نکل جائے۔

چنانچہ پروگرام بنانے کے بعد اس نے اپنا میک اپ برقرار رکھا جو طیارے میں کیا تھا اور پھر رانا پیلس سے باہر نکل آیا۔

انتھونی ایڈورڈ اپنی زندگی کے بدترین دور سے گزر
رہا تھا۔ وہ پروفیسر کا تعاقب کرتا ہوا اس عمارت تک پہنچا جو رانا پیلس کہلاتا تھا
اس کا اچھی طرح جائزہ لیکر وہ وہاں سے پلٹ پڑا۔ پھر اس نے اپنا میک اپ اتارا
اور اس کے بعد ایک ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا۔ لیکن بغیر میک اپ ہی کے چہرے پہ
پڑنے والی ہر نگاہ نفرت سے پر ہوتی تھی اور وہ اس صورتحال کو برداشت نہیں کر پا رہا
تھا۔ چنانچہ اس نے میک اپ بدلنے کا فیصلہ کر لیا۔

سامان اس کے پاس موجود تھا۔ چنانچہ وہ اپنے چہرے پر میک اپ کرنے
لگا، لیکن بد قسمتی سے وہ دروازہ بند کرنا بھول گیا۔ اسی وقت ایک ویٹر کمرے
میں داخل ہوا اور اسے دیکھ کر عجیب سے انداز میں چیخ پڑا۔ انتھونی کے
پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ویٹر کو قتل کر دے اس نے اپنی [illegible]

آنکھ سے ویٹر کو ہلاک کر دیا۔ لیکن اتفاق سے اسی وقت دوسرا ویٹر بھی
وہاں سے گزر رہا تھا، اس نے اندر چیخ سنی اور بے دھڑک اندر گھس آیا
چنانچہ انتھونی کو اسے بھی ہلاک کرنا پڑا اور اس کے بعد ہوٹل میں ہنگامہ برپا
ہو گیا۔

کچھ اور لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش کی، لیکن انتھونی اب ان کے بس
کی بات نہیں تھی۔ وہ وہاں سے باہر نکل آیا اور اب وہ بے تحاشا بھاگ رہا تھا۔ بھاگتے
ہوئے اس نے کافی فاصلے پر جا کر ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا
پھر وہ اس پارک میں گیا جہاں اس نے پہلے اپنے چہرے کا میک اپ اتارا تھا۔
یہاں اس نے اپنا میک اپ مکمل کیا۔ اور یہاں سے نکل آیا۔
لیکن اس کی ذہنی کیفیت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ ہر قیمت پہ پروفیسر
کو ان لوگوں کے چنگل سے حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ
اسے خواہ قتل عام کرنا پڑے۔ وہ یہ کام ضرور کریگا۔ حالانکہ خود اس کے اپنے ذہن
میں آئندہ کا کوئی لائحہ عمل واضح نہیں تھا۔ وہ اپنی منزل تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا
لیکن اس کا طیارہ شکار ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ پروفیسر رازی کو لے کر
کہیں نہ کہیں چھپنے کی کوشش تو کر سکتا تھا۔ اور جب حالات بہتر ہو جاتے
تو وہ یہاں سے نکلنے کی سوچتا۔ حالانکہ اس کے پاس کوئی بہتر جگہ نہیں تھی
لیکن اس کے باوجود بھی اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ قتل عام
کرنا پڑے وہ اپنا یہ کام ضرور انجام دے گا۔ اس وقت اس کے ذہن میں
آگ ہی آگ بھری ہوئی تھی اور وہ پروفیسر رازی کو اس جگہ سے حاصل کر لینا

چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس عمارت کے نزدیک پہنچ گیا جہاں
پروفیسر رازی کو رکھا گیا تھا۔

شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے، رات کو اس نے اس عمارت
میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن ابھی وہ اپنے اس فیصلے پر عملدرآمد
بھی نہ کر پایا تھا کہ اس نے ایک کار عمارت سے باہر نکلتے دیکھی۔

اس کار میں وہی شخص موجود تھا جو پروفیسر کو یہاں لایا تھا۔ انتھونی
اڈورڈ نے اسے پہچان لیا۔ اس کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اگر یہ شخص قابو میں آجائے
تو پھر پروفیسر کو حاصل کرنے میں بہت زیادہ مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک گاڑی جا رہی تھی۔ وہ
جلدی سے گاڑی کے نزدیک آیا اور اسے رکنے کا اشارہ کرنے لگا۔

شریف النفس ڈرائیور نے کار روک دی۔ لیکن انتھونی فیصلہ کر چکا تھا
دوسرے لمحے اس کا ہاتھ ڈرائیور کی گردن تک پہنچا اور گردن اس کے شکنجے
میں آگئی۔ دوسرے لمحے اس نے ڈرائیور کو باہر کھینچ لیا تھا۔ باہر نکال کر
اس نے ڈرائیور کو سر سے بلند کیا اور زمین پر دے مارا۔ ڈرائیور کی
بھیانک چیخ نکلی تھی۔ اتفاق سے اس وقت قریب اور کوئی گاڑی نہیں تھی۔
اور نہ ہی کوئی انسان نظر آ رہا تھا۔

انتھونی نے ڈرائیور کو ایک طرف اچھال دیا اور پھر اس کی گاڑی پر
قبضہ کر کے آگے جانے والی گاڑی کے پیچھے چل پڑا۔ وہ اس گاڑی کا
تعاقب کر رہا تھا۔

کار کئی سنسان راستوں سے گذر رہی تھی۔ پتہ نہیں اس شخص کو کوئی
شبہ ہو گیا تھا۔ یا پھر وہ یونہی آوارہ گردی کرنے نکلا تھا، بالآخر ایک
سنسان سڑک پر پہنچ کر اڈورڈ نے اپنی کار کی رفتار تیز کی، اور اس
گاڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے اسے رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ دوسری
گاڑی رک گئی تھی اور اس نے گاڑی کے ڈرائیور سے نیچے اترنے
کی درخواست کی تھی۔

ڈرائیور نیچے اتر آیا۔ اور بولا۔

"کیا بات ہے۔ کیا چاہتے ہو تم؟"

"تمہاری موت۔" انتھونی نے جواب دیا۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" ڈرائیور نے کہا۔

لیکن انتھونی نے اس کا کالر پکڑ لیا تھا، پھر اسے یہ توقع نہیں
تھی کہ ڈرائیور اتنا پھرتیلا نکلے گا۔ اس نے ایک زوردار فلائنگ کک
ماری اور انتھونی دوہرا ہو گیا۔ پھر ایک زبردست جنگ شروع ہو گئی
انتھونی کو ابھی تک اپنا چشمہ اتارنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ دوسرا شخص
ایسی ایسی ضربیں لگا رہا تھا کہ انتھونی کا برا حال ہو گیا۔

صورت حال ہر لحظہ خطرناک ثابت ہو رہی تھی۔ پھر وہ پیچھے ہٹا،
اور اس نے اپنا چشمہ اتار دیا۔ اس کی آنکھ سے شعاع نکلی، لیکن ڈرائیور
چھلاوہ معلوم ہوتا تھا۔

شعاع زمین پر پڑی اور زمین پگھل گئی۔

بڑا دلچسپ تجربہ تھا عمران کے لیے۔ ایسی عجیب و غریب
آنکھ کے بارے میں اس نے کچھ نہیں سنا تھا۔ بہرحال دل ہی دل میں اس نے بہت
سے فیصلے کئے اور پھر تین دن تک وہ دانش منزل میں مصروف رہا۔ دانش منزل
کے ساؤنڈ پروف کرنے میں وہ کچھ خاص آلات فٹ کر لیا تھا۔

اس دوران دو بار اُسے بلیک زیرو سے پتہ چلا تھا کہ ایک پُراسرار
شخصیت نے رانا پیلس میں داخل ہو کر یہاں کی تلاشی لی تھی۔ لیکن اس نے
کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی اور تلاشی لیکر واپس چلا گیا۔ عمران
نے بلیک زیرو کو ہدایت کر دی تھی کہ اس سے محفوظ رہا جائے۔ جوزف کو
اس نے رانا پیلس سے ہٹا کر فلیٹ پہنچا دیا تھا۔

بہرحال اس کا کام مکمل ہو گیا۔ تیسرے دن وہ پھر چوری چھپے رانا پیلس
پہنچ گیا۔ بلیک زیرو نے اُسے مکمل صورتحال بتائی تھی

انتھونی ایڈورڈ بار بار اپنی شعاعی آنکھ سے اس پر حملے کر رہا تھا۔
لیکن ڈرائیور ہر بار بچ رہا تھا۔ دفعتاً ایک ایسا مرحلہ آیا، جب انتھونی
اپنی گاڑی کے قریب تھا۔ اور اس سے بہت کم فاصلے پر ڈرائیور کھڑا
ہوا تھا۔

انتھونی نے اپنی آنکھ استعمال کی اور دفعتاً گاڑی کی باڈی میں سوراخ
ہو گیا۔ دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور گاڑی کے پرخچے اُڑ
گئے۔ انتھونی کو بھاگ کر جان بچانا پڑی تھی۔

لیکن وہ شخص غائب ہو گیا تھا۔ اس کی گاڑی چند لمحات کے بعد
نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"آج اِس سلسلے کو ختم کر رہا ہوں" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب!"

"اِس دوران تم نے باہر نگاہ رکھی ہے۔"

"باہر سے کیا مُراد ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ کیا رانا پیلس کی نگرانی ہوتی ہے۔"

"سو فیصدی۔ مختلف ___ میں میں نے ایک شخص کو اطراف میں بھٹکتے دیکھا ہے۔"

"گڈ، اس کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"کرنا کیا ہے اِس کا عمران صاحب۔"

"محکمہ داخلہ پروفیسر رازی کے ساتھ ساتھ اس کے اغوا کنندہ کو بھی پڑوسی ملک کی حکومت کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ! تو آپ اُسے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارادہ تو یہی ہے"

"لیکن عمران صاحب۔"

"میں اس کا انتظام کر چکا ہوں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ میک اپ روم میں چلا گیا۔ بلیک زیرو بھی اُس کے ساتھ ہی آیا تھا۔ پھر وہ خاموشی سے عمران کو میک اپ کرتے دیکھتا رہا اور جب عمران فارغ ہوا تو بلیک زیرو کے منہ سے ایک تحسین آمیز آواز نکل گئی۔ صرف ___ کی مدد سے اتنا شاندار میک اپ عمران ہی کر سکتا تھا۔ بلیک زیرو کے سامنے پروفیسر رازی کھڑا تھا۔

"کمال کا میک اپ ہے عمران صاحب" اُس نے کہا۔

"کوئی خامی"

"یقین کریں کوئی نہیں"

"اب تم بھی تھوڑا سا حلیہ بدل لو۔"

"یعنی۔"

"آؤ سامنے آجاؤ" اور بلیک زیرو اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ عمران نے اُس کے چہرے پر اپنا میک اپ کیا تھا۔ یعنی وہ میک اپ جو اُس نے شاداب گڑھ میں کیا تھا۔

"میں صورت حال سمجھ رہا ہوں" بلیک زیرو بولا۔ اور عمران مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں رانا پیلس سے نکل دیئے تھے۔ عمران پروفیسر رازی کے میک اپ میں کار کی پچھلی سیٹ پر تھا اور بلیک زیرو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے ہوئے تھا۔

تھوڑی دور چل کر ہی انہوں نے ایک موٹر سائیکل کو اپنے تعاقب میں دیکھا تھا۔ اور اس پر وہ ہی موجود تھا۔ میک اپ میں تھا لیکن سیاہ چشمہ اس کی شناخت تھا۔ عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دانش منزل" اُس نے کہا۔

"اوہ! آپ اُسے وہاں لیجا رہے ہیں۔"

"ہاں۔ وہاں اُس کے لیے ___ کا معقول بندوبست ہے" عمران نے جواب دیا اور عمران زیرو ___ عمران کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"کار دانش منزل میں داخل ہو گئی۔" "کیا سچویشن ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"وہ موجود ہے۔"

"ہوں۔ گڈ۔ اب تم مجھے وقار کر یہاں سے چلے جاؤ۔ ایک گھنٹے کے بعد واپس آجانا۔"

"اگر میں یہاں رہوں تو کوئی حرج ہے۔"

"ہاں۔" عمران آہستہ سے بولا۔ پھر وہ اتر کر دانش منزل کے مخصوص کمرے میں داخل ہو گیا۔ اب اسے بے چینی سے اس شخص کا انتظار تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد آلارم بج اٹھا۔ یہ الارم دانش منزل میں کسی کے چوری چھپے داخل ہونے سے بجتا تھا۔ عمران سنبھل کر بیٹھ گیا۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ساؤنڈ پروف کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور پھر ایک طویل القامت شخص اندر گھس آیا۔ یہ وہی سیاہ چشمے والا تھا۔ عمران اسے دیکھ کر خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرنے لگا۔ آنے والے کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو پروفیسر!"

"تم ...... تم یہاں بھی آگئے۔" عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"میں اس وقت کا منتظر تھا پروفیسر، جب تم ہمارے مددگار کوئی حماقت کر بیٹھیں۔ اور دیکھ لو مجھے اس میں کامیابی ہوئی۔"

"لیکن .... لیکن اب تم ....؟"

"اب میں تمہیں تمہاری منزل کی طرف لیجاؤں گا۔ میں نے آج تک ناکامی کا منہ نہیں دیکھا پروفیسر!"

"لیکن تم مجھے کیوں اغوا کرنا چاہتے ہو۔"

"صرف کاروبار۔۔ یہ میرا کاروبار ہے پروفیسر۔"

"تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ تم سے کبھی حماقت نہیں ہوگی۔" دفعتاً پروفیسر کا لہجہ بدل گیا۔ عمران اس وقت اپنی اصل شکل میں بولا تھا۔

انتھونی چونک پڑا۔ عمران ایک خاص کرسی پر جا بیٹھا تھا جو اس نے پہلے سے تیار کی ہوئی تھی۔ کرسی کے ہتھے میں کئی بٹن لگے ہوئے تھے اور کرسی سے منسلک تار قالین کے نیچے کہیں دور تک گئے تھے۔

"تم۔۔ تم کون ہو؟"

"تمہیں تمہاری آخری منزل تک پہنچانے والا۔" عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنے چہرے سے میک اپ ماسک اتار دی۔

"اوہ۔۔ اوہ تم ...... تم۔۔ آج تم زندہ نہیں بچو گے۔" اس نے اپنا چشمہ اتار دیا۔ پھر اس کی آنکھ سے شعاع نکلی، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور کوندا ہوا اور شعاع کا رخ بدل گیا۔

"ہاں۔۔ ہاں کوشش کرو۔" عمران نے کہا۔ پھر تو دیکھتے انتھونی کی آنکھ سے کئی بار شعاع نکلی۔ لیکن وہ عمران تک پہنچنے سے قبل ہی فنا ہو گئی تھی۔

"اس طرف دیکھو انتھونی۔ وہ تمہاری موت کا سامان ہے۔" عمران نے ایک طرف

اشارہ کیا، اور انتھونی کی نگاہ بے اختیار اس طرف اٹھ گئی۔ اسی وقت ایک بے پناہ تیز چمک پیدا ہوئی۔ اور دوسرے لمحے انتھونی کے حلق سے دھاڑ نکلی اس کی شعاعی آنکھ سے دھوئیں کا بادل نکل پڑا تھا۔

وہ دھاڑیں مارتا ہوا زمین پر تڑپنے لگا۔ اس کی شعاعی آنکھ بجھ گئی تھی اور اب وہاں ایک غار کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

تمہارا کھیل ختم ہو گیا دوست۔ اب تمہاری یہ انوکھی آنکھ ہمیشہ کے لیے ناکارہ ہو گئی۔

"آہ — آہ — سائیکا نے یہی کہا تھا۔ آہ اس منحوس آواز نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ تمہارا کھیل ختم ہو گیا انتھونی — آہ سائیکا نے کہا تھا۔

اس کے بعد انتھونی نے کوئی مدافعت نہیں کی تھی۔

عمران نے سرسلطان کو پوری تفصیل سنا دی تھی۔ پڑوسی ملک سے آنیوالوں نے پروفیسر رازی کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ انھوں نے ممنون دل سے اس تعاون کے لیے شکریہ ادا کیا تھا

پھر انھوں نے ایڈورڈ کو بھی ملک [illegible] کے حوالے کر دیا تھا۔ اس نے اپنے بارے میں ساری تفصیل بتا دی تھی۔ بہر حال ایک خصوصی طیارے سے انہیں ان کے ملک روانہ کر دیا گیا۔

دوسری طرف عمران پھر فارغ ہو گیا تھا۔ تمام مصروفیات سے فرصت پانے کے بعد ایک شام اس نے فیاض کے گھر فون کیا۔ فون فیاض نے ہی موصول کیا تھا۔

"اوہ! سوپر —! ضریف، کیسے مزاج ہیں۔؟

"میں تمہیں قتل کر دوں گا کسی دن — یہ میری بیوی کو تم نے کیا سکھایا ہے۔"
فیاض کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"اوہ! کیا بات ہے سوپر؟"

"عمران تم میری زندگی کیوں تباہ کر رہے ہو آخر —— وہ واقعی عاجز آگیا ہوں اس —— !"

"بیوی سے — تمہارے یہ الفاظ بھی نوٹ کر لیے گئے ہیں سوپر، کتابی کر تاؤ دئیے جائیں گے۔" عمران نے کہا اور فیاض آپے سے باہر ہو گیا۔ وہ نہ جانے کیا اول فول بک رہا تھا۔ عمران نے فون بند کر دیا اور مسکرانے لگا۔

ختم شد